وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن
فی تفسیر کلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

http://www.esnips.com/user/islam-urdu

http://www.dar-us-salam.com/

دارُالسّلام

کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض *جدہ *شارجہ *لاہور
لندن *ہیوسٹن *نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962-4043432 (00966 1) فیکس :4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس:4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس :8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس : 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس:7354072 ای میل:darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون:7120054 فیکس :7320703

لندن فون :5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون :7220419 فیکس :7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر سترہ 17

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۳۰/۲۵)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

http://www.esnips.com/user/islam-urdu

پا رۃ نمبر سترہ 17

شمار پارہ	صفحہ نمبر	نام سورت	نمبر شمار
١٧	1655	سورۃ الأنبیاء	٢١
١٧	1704	سورۃ الحج	٢٢

تفسیر سورۃ الانبیاء

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۗءِ (۲۱) مَكِّيَّةٌ (۷۳) — اٰيَاتُهَا ۱۱۲ — رُكُوْعَاتُهَا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ
قریب آ گیا ہے لوگوں کیلئے حساب (کا وقت) انکا جبکہ وہ غفلت میں پڑے اعراض کرنیوالے ہیں ۝ نہیں آتا انکے پاس کوئی ذکر
مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا
انکے رب کی طرف سے نیا، مگر وہ سنتے ہیں اسکو اس حال میں کہ وہ کھیل رہے ہوتے ہیں ۝ غافل ہیں دل انکے، اور چپکے چپکے کیا
النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ
مشورہ ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا، نہیں ہے یہ (رسول) مگر بشر ہی تم جیسا، کیا پس تم آتے (مانتے) ہو جادو کو جبکہ تم
تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴
دیکھ بھی رہے ہو ۝ رسول نے کہا، میرا رب جانتا ہے (ہر) بات کو آسمان اور زمین میں، اور وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے ۝

یہ لوگوں کے احوال پر تعجب کا اظہار ہے اور اس امر کی آگاہی کہ انہیں کوئی وعظ و نصیحت فائدہ دیتی ہے نہ وہ کسی ڈرانے والے کی طرف دھیان دیتے ہیں اور یہ کہ ان کے حساب اور ان کے اعمال صالحہ کی جزا کا وقت قریب آ گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں پڑے روگردانی کر رہے ہیں، یعنی وہ ان مقاصد سے غافل ہیں جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے اور ان کو جو تنبیہ کی جاتی ہے وہ اسے درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ گویا کہ انہیں صرف دنیا کے لئے تخلیق کیا گیا ہے اور وہ محض اس دنیا سے فائدہ اٹھانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نئے نئے انداز سے انہیں وعظ و نصیحت کرتا ہے اور یہ ہیں کہ اپنی غفلت اور اعراض میں مستغرق ہیں۔ اس لئے فرمایا: ﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ﴾ ’’نہیں آتی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت۔‘‘ جو انہیں ایسی باتوں کی یاد دہانی کراتی اور ان کی ان کو ترغیب دیتی ہے جو انہیں فائدہ دیتی ہے اور ان باتوں کی بھی، جو ان کے لیے نقصان دہ ہیں اور ان سے ان کو ڈراتی ہے۔ ﴿اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ﴾ مگر وہ اسے اس طرح سنتے ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے ﴿وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ﴾ یعنی انکے دل اپنے دنیاوی اغراض و مقاصد میں مستغرق ہو کر اس ’’ذکر‘‘ سے روگرداں اور ان کے جسم شہوات کے حصول، باطل پر عمل پیرا ہونے اور ردی اقوال میں مشغول ہیں۔ جب کہ انکے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اس صفت سے متصف نہ ہوں بلکہ اسکے برعکس وہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کو قبول کریں، اسے اس طرح سنیں جس سے اسکی مراد ان کی سمجھ میں آئے، انکے جوارح اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوں جس کیلئے انکو پیدا کیا گیا ہے اور وہ روز قیامت، حساب و کتاب اور جزا و سزا کو

ہمیشہ یادرکھیں۔اس طرح ہی انکے معاملے کی تکمیل ہوگی' انکے احوال درست اور انکے اعمال پاک ہوں گے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ﴾ ''لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آ گیا ہے۔'' کی تفسیر میں اصحاب تفسیر سے دو قول منقول ہیں۔

(۱) پہلا قول یہ ہے کہ یہ امت آخری امت اور یہ رسول آخری رسول ہے۔اس رسول کی امت پر ہی قیامت قائم ہوگی گزشتہ امتوں کی نسبت' قیامت اس امت کے زیادہ قریب ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے اس زمانے میں مبعوث کیا گیا ہے کہ میں اور قیامت کا دن اس طرح ساتھ ساتھ ہیں۔'' اور آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو اکٹھا کر کے دکھایا۔ ①

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ ''حساب'' کے قریب ہونے سے مراد موت کا قریب ہونا ہے' نیز یہ کہ جو کوئی مرجاتا ہے' اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اعمال کی جزا و سزا کے لئے دار الجزا میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ تعجب ہر اس شخص پر ہے جو غافل اور روگرداں ہے۔اسے معلوم نہیں کہ صبح یا شام' کب اچانک موت کا پیغام آ جائے۔تمام لوگوں کی یہی حالت ہے سوائے اس کے جس پر عنایت ربانی سایہ کناں ہے۔پس وہ موت اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات کے لئے تیاری کرتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ ظالم کفار عناد اور باطل کے ذریعے سے حق کا مقابلہ کرنے کی خاطر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہنے پر متفق ہیں کہ وہ تو ایک بشر ہے' کس بنا پر اسے تم پر فضیلت دی گئی ہے اور کس وجہ سے اسے تم میں سے خاص کر لیا گیا ہے اور تم میں سے کوئی اس قسم کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ بھی اسی طرح کا دعویٰ ہوگا۔درحقیقت یہ شخص تم پر اپنی فضیلت ثابت کر کے تمہارا سردار بننا چاہتا ہے' اس لئے اس کی اطاعت کرنا نہ اس کی تصدیق کرنا' یہ جادوگر ہے اور یہ جو قرآن لے کر آیا ہے' وہ جادو ہے' اس لئے اس سے خود بھی دور رہو اور لوگوں کو بھی اس سے متنفر کرو اور لوگوں سے کہو! ﴿اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ﴾ یعنی اسے دیکھتے ہوئے تم اس جادو کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہو...... حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں کیونکہ وہ بڑی بڑی آیات الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں جن کا مشاہدہ ان کے علاوہ کسی اور نے نہیں کیا' لیکن ظلم' عناد اور بدبختی نے ان کو اس انکار پر آمادہ کیا اور جو وہ سرگوشیاں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے عنقریب وہ ان کو ان سرگوشیوں کی سزا دے گا۔

اس لئے فرمایا: ﴿قُلۡ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ﴾ یعنی میرا رب جلی اور خفی ہر بات کو جانتا ہے ﴿فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ﴾

---

① صحيح البخاري' الرقاق' باب قول النبي ﷺ (بعثت أنا......)' ح:٦٥٠٣ و صحيح مسلم' الجمعة' باب تخفيف الصلاة و الخطبة' ح:٨٦٧

’’آسمان اور زمین میں۔‘‘ یعنی ہر اس جگہ میں جن کو ان دونوں کے کناروں نے گھیر رکھا ہے۔ ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ﴾ یعنی لوگوں کی زبانوں کے اختلافات اور ان کی متنوع حاجات کے باوجود ان کی آوازیں سنتا ہے۔ ﴿الْعَلِيمُ﴾ وہ دلوں کے بھید کو بھی جانتا ہے۔

بَلْ قَالُوٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ

بلکہ انہوں نے کہا، پراگندہ خواب ہیں، بلکہ اس نے خود ہی گھڑا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، پس چاہیے کہ وہ لے آئے ہمارے پاس کوئی نشانی جیسا کہ

اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۞ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ

بھیجے گئے تھے پہلے (پیغمبر) ○ نہیں ایمان لائے ان سے پہلے کوئی بستی (والے) کہ ہلاک کیا ہم نے انہیں،

اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۞

کیا پس وہ (اب) ایمان لے آئیں گے؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن عظیم پر کفار کی بہتان طرازی کا ذکر کرتا ہے کہ وہ قرآن کے بارے میں جھوٹ گھڑتے اور اس کے بارے میں مختلف باطل باتیں پھیلاتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں ’’یہ پراگندہ خواب ہیں‘‘ ایک سوئے ہوئے شخص کے ہذیانی کلام کی مانند‘ جسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

کبھی کہتے ہیں ’’یہ اس کا من گھڑت کلام ہے‘‘ جو اس نے اپنی طرف سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور کبھی کہتے ہیں ’’یہ شاعر ہے‘‘ اور جو قرآن یہ لے کر آیا ہے وہ محض شاعری ہے۔

جو کوئی واقعات اور رسول ﷺ کے احوال کی ادنیٰ سی بھی معرفت رکھتا ہے اور اس کلام میں غور کرتا ہے جسے رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں وہ ایسے جزم و یقین سے پکار اٹھتا ہے‘ جس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہوتا کہ یہ نہایت جلیل القدر اور بلند ترین کلام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کوئی بشر اس جیسا کلام پیش کرنے پر قادر نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کے سامنے چیلنج کیا ہے کہ وہ اس کلام کا مقابلہ کر دکھائیں‘ حالانکہ ان کے اندر قرآن عظیم کی مخالفت اور اس کے ساتھ عداوت کا وافر داعیہ موجود تھا۔ بایں ہمہ وہ اس کلام کا مقابلہ نہ کر سکے اور وہ یہ سب کچھ جانتے ہیں۔ ورنہ وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو باز رکھا‘ ان کو کانٹوں پر لوٹنے پر مجبور کیا اور ان کی زبانوں کو گنگ کر دیا؟...... وہ حق کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے جس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی؟

اور چونکہ وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے ایسے لوگوں کو‘ جو اس کی معرفت نہیں رکھتے متنفر کرنے کے لئے اس قسم باتیں کرتے ہیں۔ یہ قرآن عظیم ہمیشہ رہنے والا سب سے بڑا معجزہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کی صحت اور آپ کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اور یہ کافی و شافی ہے۔ پس جو اس کے علاوہ کوئی اور دلیل

طلب کرتا ہے اور اپنی خواہش کے مطابق معجزوں کا مطالبہ کرتا ہے' وہ جاہل اور ظالم ہے اور ان معاندین حق سے مشابہت رکھتا ہے جنہوں نے اس کی تکذیب کی' معجزات کا مطالبہ کیا جو ان کے لئے سب سے زیادہ ضرر رساں چیز ہے اور ان معجزات میں ان کے لئے کوئی بھلائی نہیں کیونکہ اگر ان کا مقصد وضوح دلیل کے ذریعے سے معرفت حق ہے تو دلیل ان معجزات کے بغیر بھی واضح ہو چکی ہے اور اگر ان کا مقصد عاجز کرنا اور معجزات کا مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں اپنے لئے عذر کا جواز پیدا کرنا ہے..... تو اس صورت میں بھی جب کہ فرض کر لیا جائے کہ ان کی خواہش کے مطابق معجزہ پیش کر دیا جائے' وہ قطعاً ایمان نہیں لائیں گے۔ پس واقعہ یہ ہے کہ اگر ان کے پاس ہر قسم کا معجزہ ہی کیوں نہ آ جائے تو پھر بھی وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل فرمایا: ﴿فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ﴾ ''وہ ہمارے پاس ایسی کوئی نشانی لائے جیسے پہلے پیغمبر (ان کے ساتھ) بھیجے گئے۔'' جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور اس جیسے معجزات۔

بناء بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ﴾ ''نہیں ایمان لائی ان سے پہلے کوئی بستی جن کو ہم نے ہلاک کیا' کیا پس یہ لوگ ایمان لے آئیں گے؟'' یعنی ان معجزات پر جو ان کے مطالبوں پر پیش کیے جائیں گے۔ اللہ کی سنت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو معجزے طلب کرتا ہے' پھر وہ اسے دکھا دیا جاتا ہے (پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتا تو) وہ فوری سزا سے محفوظ نہیں ہے۔ پس پہلے لوگ ان معجزات کی وجہ سے ایمان نہیں لائے' تو کیا یہ ان کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے؟ آخر ان (عربوں) کو پہلے لوگوں پر کیا فضیلت حاصل ہے اور وہ کیا بھلائی ہے جو ان کے اندر موجود ہے جو اس بات کی مقتضی ہو کہ معجزات کے صدور پر یہ ایمان لے آئیں گے؟ یہ استفہام' نفی کے معنی میں ہے' یعنی ان سے کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا

اور نہیں بھیجے ہم نے (رسول) آپ سے پہلے مگر مرد ہی، ہم وحی کرتے تھے ان کی طرف، پس پوچھ لو تم اہل ذکر سے اگر ہو تم نہیں

تَعْلَمُوْنَ ﴿٧﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿٨﴾

جانتے ○ اور نہیں بنائے تھے ہم نے ان (رسولوں) کے ایسے جسم کہ نہ کھاتے ہوں وہ طعام، اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہنے والے ○

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٩﴾

پھر سچا کیا ہم نے ان سے وعدہ، پس نجات دی ہم نے انہیں اور جنہیں ہم چاہتے تھے، اور ہلاک کر دیا ہم نے حد سے گزرنے والوں کو ○

یہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کے شبہ کا جواب ہے جو یہ کہتے تھے۔ ''کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو کھانے پینے اور بازاروں میں گھومنے پھرنے کا محتاج نہ ہوتا؟ کوئی ایسا رسول کیوں نہ بھیجا گیا جسے دائمی زندگی عطا کی گئی ہوتی؟ جب ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ وہ رسول نہیں ہے۔'' یہ شبہ انبیاء و رسل کو جھٹلانے والوں کے دلوں میں ہمیشہ رہا

ہے۔ چونکہ اہل تکذیب کفر میں ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں اس لئے ان کے نظریات بھی ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کفار کو...... جو رسول اللہ ﷺ کو تو جھٹلاتے ہیں اور گزشتہ رسولوں کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں اگرچہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نبی ہوتے جن کی نبوت کا تمام گروہ اقرار کرتے ہیں' بلکہ مشرکین تو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ان کی ملت پر ہیں...... ان کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے بھی تمام رسول بشر ہی تھے' جو کھانا کھاتے تھے' بازاروں میں چلتے پھرتے تھے' ان پر موت وغیرہ اور تمام بشری عوارض طاری ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوموں اور امتوں میں مبعوث فرمایا ان قوموں میں سے کسی نے ان کی تصدیق کی اور کسی نے ان کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ان کے متبعین سے نجات اور سعادت کا جو وعدہ کیا تھا اس نے پورا کر دیا اور اس نے حد سے بڑھنے والے اہل تکذیب کو ہلاک کر ڈالا' تو محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کے انکار کے لئے باطل شبہات قائم کئے جاتے ہیں' حالانکہ یہی شبہات دیگر انبیاء ومرسلین پر بھی وارد ہوتے ہیں جن کی رسالت کا یہ لوگ اقرار کرتے ہیں جو محمد ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں...... پس ان پر یہ الزامی جواب بالکل واضح ہے۔

اگر انہوں نے کسی بشر رسول کا اقرار کیا ہے تو وہ کسی غیر بشر رسول کا اقرار ہرگز نہیں کریں گے تب ان کے شبہات باطل ہیں انہوں نے ان شبہات کے فساد اور اپنے تناقض کا اقرار کر کے خود ان شبہات کا ابطال کر لیا ہے۔

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ لوگ سرے ہی سے کسی بشر کے نبی ہونے کے منکر ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ صرف دائمی زندگی رکھنے والا فرشتہ ہی نبی ہو سکتا ہے جو کھانا نہیں کھاتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَّلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ﴾ (الانعام: ۶/۸، ۹) ''اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا' اگر ہم نے فرشتہ اتارا ہوا ہوتا تو تمام معاملے کا فیصلہ ہو گیا ہوتا' پھر ان کو ڈھیل نہ دی جاتی اور اگر ہم نے اس کو فرشتہ بنایا ہوتا تو تب بھی اس کو بشر ہی بنایا ہوتا اور (اس طرح) ہم معاملہ ان پر مشتبہ کر دیتے جیسے اب وہ اشتباہ پیش کر رہے ہیں۔''

انسان فرشتوں سے وحی اخذ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسراءیل: ۱۷/۹۵) ''کہہ دیجیے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے اور اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ان کے پاس کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔''

اگر گزشتہ رسولوں کے بارے میں تمہیں کوئی شک ہے یا ان کے احوال کا علم نہیں ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ﴾ ''تو تم اہل

ذکر سے پوچھ لو۔'' یعنی کتب سابقہ رکھنے والوں سے پوچھ لو مثلاً اہل تورات اور اہل انجیل وغیرہ ان کے پاس جو علم ہے وہ اس کے مطابق تمہیں بتائیں گے کہ گزشتہ تمام رسول انسان تھے جیسے یہ انسان ہیں۔

اس آیت کریمہ کا سبب نزول انبیائے متقدمین کے بارے میں اہل کتاب سے سوال کرنے سے مختص ہے' کیونکہ وہ اس بارے میں علم رکھتے تھے...... مگر یہ دین کے اصول وفروع کے تمام مسائل کے لئے عام ہے۔ جب انسان کے پاس ان مسائل کا علم نہ ہوتو وہ اس شخص سے پوچھ لے جو اس کا علم رکھتا ہے' نیز اس آیت کریمہ میں علم حاصل کرنے اور اہل علم سے سوال کرنے کا حکم ہے اور اہل علم سے سوال کرنے کا اس لئے حکم دیا گیا کہ اہل علم پر تعلیم دینا اور اپنے علم کے مطابق جواب دینا فرض ہے۔ اہل علم اور اہل ذکر سے سوال کرنے کی تخصیص سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو شخص جہالت اور عدم علم میں معروف ہو اس سے سوال کرنے کی ممانعت ہے اور اس شخص کے لئے بھی جواب دینے کے درپے ہونا ممنوع ہے۔

اس آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ عورتیں نبی نہیں ہوئیں' حضرت مریم علیہا السلام نبی تھیں نہ کوئی اور عورت۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اِلَّا رِجَالًا﴾ یعنی ہم نے صرف مرد ہی نبی بنا کر بھیجے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

البتہ تحقیق نازل کی ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب، اس میں ذکر ہے تمہارا، کیا پس نہیں تم سمجھتے؟○

اے وہ لوگو! جن کی طرف محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے' ہم نے تمہاری طرف ایک جلیل القدر کتاب اور ایک واضح قرآن نازل کیا ﴿فِیْهِ ذِكْرُكُمْ﴾ یعنی جو کچھ اس میں سچی باتیں بیان کی گئیں ہیں اگر تم اس سے نصیحت پکڑو' انہیں اپنا اعتقاد بناؤ اس کے احکام کی تعمیل کرو اور اس کے نواہی سے اجتناب کرو تو اس میں تمہارا شرف وفخر اور تمہاری سربلندی ہے' تمہاری قدر بڑھے گی اور تمہارا معاملہ عظیم ہو جائے گا۔ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کیا تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتے جن میں تمہارا نفع ونقصان ہے؟ تم اس چیز پر کیوں عمل پیرا نہیں ہوتے جس میں تمہارا ذکر اور جس میں تمہارے لئے دنیا وآخرت کا شرف ہے؟ اگر تم میں عقل ہوتی تو تم اسی راستے پر گامزن ہوتے۔

چونکہ تم اس راستے پر نہیں چلے بلکہ تم نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے جس میں تمہارے لئے دنیا وآخرت کی ذلت اور تحقیر ہے اور جس کی منزل تمہارے لئے دنیا وآخرت کی بدبختی ہے' اس لئے معلوم ہوا کہ تم صحیح معقولات اور راجح آراء سے تہی دامن ہو، جو کچھ واقع ہوا یہ آیت کریمہ اس کا مصداق ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے اہل ایمان نے اس قرآن سے نصیحت پکڑی تو انہیں غلبہ' سربلندی' عظیم شہرت اور بادشاہوں پر سرداری حاصل ہوئی اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے ہر شخص جانتا

ہے جیسے اس شخص کے بارے میں معلوم ہے جس نے اس قرآن کے ذریعے سے سربلندی حاصل نہیں کی‘ اس کی راہنمائی قبول نہیں کی اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو پاک نہ کیا‘ اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی‘ ذلت و رسوائی‘ گمنامی اور بدبختی ہے۔ پس دنیا و آخرت کی سعادت تک رسائی صرف اس کتاب عظیم کے ذریعے نصیحت پکڑنے ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور کتنی ہی تہس نہس کر دیں ہم نے بستیاں کہ تھیں وہ ظالم، اور پیدا کیں ہم نے ان کے بعد قومیں دوسری ○

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى

پس جب محسوس کیا انہوں نے ہمارا عذاب تب وہ لوگ ان (بستیوں) سے بھاگتے تھے ○ (انہیں کہا گیا) مت بھاگو تم! اور لوٹ آؤ طرف

مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا

ان نعمتوں کی کہ آسودگی دیئے گئے تھے تم انمیں، اور اپنے مکانوں کی طرف تاکہ تم پوچھے جاؤ ○ انہوں نے کہا، ہائے ہماری کم بختی! بلاشبہ ہم ہی تھے

ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

ظالم ○ پس ہمیشہ رہی یہی پکار ان کی، یہاں تک کہ کر دیا ہم نے انہیں کٹی کھیتی (کی طرح) بجھے ہوئے (مردہ) ○

اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے ظالموں کو ان قوموں کے انجام سے ڈراتا ہے جنہوں نے دیگر انبیاء و مرسلین کی تکذیب کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا﴾ ”اور کتنی ہی ہم نے ہلاک کر دیں۔“ یعنی جڑ کاٹنے والے عذاب کے ذریعے سے ﴿مِنْ قَرْيَةٍ﴾ ”بستیاں“ جنہوں نے اپنے انجام کو نظر انداز کیا۔ ﴿وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾ ”اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا۔“

جب ان ہلاک ہونے والوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے عقاب کے نزول کو دیکھ لیا تو ان کے لئے لوٹنا ممکن نہ رہا اور اس عذاب سے رہائی پانے کا ان کے پاس کوئی راستہ نہ رہا تو وہ تو صرف ندامت‘ افسوس اور اپنے کرتوتوں پر حسرت کے مارے زمین پر پاؤں پٹختے تھے‘ تو تمسخر اور ٹھٹھے کے انداز میں ان سے کہا گیا: ﴿لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ﴾ یعنی اب ندامت کا اظہار کرنے اور ایڑیاں مارنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر تم قدرت رکھتے ہو تو اپنی لذتوں اور شہوتوں بھری خوشحال زندگی‘ اپنے آراستہ اور مزین گھروں اور اس دنیا کی طرف واپس لوٹ کر دکھاؤ جس نے تمہیں دھوکے میں ڈال کر غافل رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آن پہنچا۔ پس واپس لوٹ کر دنیا میں ڈیرے ڈال دو‘ اس کی لذات کی خاطر جرائم کا ارتکاب کرو‘ اپنے گھروں میں اطمینان کے ساتھ بڑے بن کر رہو۔ شاید اپنے امور میں تم پھر مقصود بن جاؤ اور دنیا کے معاملات میں پھر تم سے جواب دہی کی جائے جیسا کہ پہلے تمہارا حال تھا...... لیکن یہ بہت بعید ہے۔ اب دنیا

میں کیسے واپس جایا جاسکتا ہے' وہ وقت ہاتھ سے نکل گیا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کا عذاب نازل ہو گیا' ان کا عز و شرف ختم ہو گیا اور ان کی دنیا بھی فنا ہو گئی اور ندامت اور حسرت ان کا نصیب بن گئی۔

اسی لئے: ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ﴾ ''انہوں نے کہا ہائے افسوس! ہم ہی ظالم تھے' تو ان کی یہی پکار رہی یعنی وہ پکار پکار کر کہتے رہے کہ ہائے ہم تباہ و برباد ہو گئے انہوں نے ندامت کا اظہار کیا اور اس حقیقت کا اعتراف کیا۔ کہ خود انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیجنے میں ان کے ساتھ انصاف کیا ہے ﴿حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ﴾ ''یہاں تک کہ کر دیا ہم نے ان کو کٹے ہوئے کھیت اور بجھنے والی آگ (کی طرح)۔'' یعنی اس نباتات کی مانند جسے کاٹ گرایا گیا ہو۔ ان کی حرکات مدہم پڑ گئیں اور آوازیں ختم ہو گئیں' اس لئے اے لوگو جن کو مخاطب کیا جا رہا ہے تم افضل ترین رسول (ﷺ) کو جھٹلانے سے بچو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی اللہ کا عذاب اسی طرح نازل ہو جائے جیسے ان لوگوں پر ہوا تھا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿١٦﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ

اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، کھیلتے ہوئے (بے فائدہ)○ اگر ہم چاہتے یہ کہ بنائیں

لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٧﴾

کوئی کھیل تماشہ تو البتہ بنا لیتے ہم اسکو اپنے پاس سے اگر ہوتے ہم (یہ کام) کرنیوالے ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے زمین اور آسمان کو کھیل تماشے کے طور پر عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا بلکہ ان کو حق کے ساتھ اور حق کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ بندے اس کائنات سے استدلال کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق' عظمت والا' کائنات کی تدبیر کرنے والا' حکمت والا اور رحمان و رحیم ہے' جو کمال کلی' ہر قسم کی تعریف اور تمام تر عزت کا مالک ہے۔ وہ اپنے قول میں سچا ہے اس کے رسول بھی اس کی طرف سے خبر دینے میں سچے ہیں۔ وہ قادر ہستی جو زمین و آسمان کو ان کی وسعت اور عظمت کے ساتھ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ جسموں کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے تاکہ نیک کو اس کی نیکی کی جزا اور بد کو اس کی بدی کی سزا دے۔

﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا﴾ ''اگر ہم کھیل تماشے ہی کا ارادہ کرتے'' یعنی بفرض محال اگر یہ تسلیم کر لیا جائے ﴿لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ﴾ ''تو ہم اسے بنا لیتے اپنی ہی طرف سے۔'' ﴿اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''اگر ہوتے ہم کرنے والے۔'' اور کھیل تماشے کی بابت تمہیں مطلع بھی نہ کرتے کیونکہ یہ نقص اور برا وصف ہے' جسے ہم تمہیں دکھانا پسند نہ کرتے۔ یہ زمین و آسمان جو ہمیشہ سے تمہارے سامنے ہیں' ممکن نہیں کہ ان کو عبث اور کھیل تماشے کے مقصد سے پیدا کیا گیا ہو۔ یہ سب کچھ موٹی عقل کے لوگوں کی سطح پر اتر کر کہا گیا ہے تاکہ ان کو ہر لحاظ سے مطمئن کیا جائے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو حلم والی' رحم کرنے والی اور حکمت والی ہے' وہ تمام اشیاء کو ان کے اپنے مقام پر رکھنے میں

حکمت سے کام لیتی ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ

بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق کو اوپر باطل (کے سر) کے تو وہ اسکا سر پھوڑ دیتا ہے، پس یکا یک وہ مٹ جانے والا ہو جاتا ہے اور تمہارے لئے ہلاکت ہے

مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝۱۸ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

بوجہ ان باتوں کے جو تم (اللہ کی بابت) بیان کرتے ہو○ اور اسی کا ہے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جو اسکے پاس ہیں نہیں تکبر کرتے وہ

عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹ ج يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰

اس کی عبادت سے اور نہ وہ تھکتے ہیں○ وہ تسبیح کرتے ہیں (اس کی) رات اور دن، نہیں سستی کرتے وہ (اس سے)○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے احقاق حق اور ابطال باطل کی ذمہ داری لی ہے۔ باطل خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ حق، علم اور بیان نازل کرتا ہے، جس سے باطل پر ضرب لگتی ہے پس باطل مضمحل ہو جاتا ہے اور اس کا بطلان ہر ایک پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ ﴿ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ﴾ یعنی مضمحل ہو کر فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے اور تمام دینی مسائل میں یہی اصول عام ہے، جب بھی کوئی باطل پرست شخص باطل کو حق ثابت کرنے یا حق کو رد کرنے کے لئے کوئی عقلی یا نقلی شبہ وارد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے عقلی اور نقلی دلائل میں اتنا زور ہوتا ہے کہ وہ اس قول باطل کو زائل کر کے اس کا قلع قمع کر دیتا ہے اور یوں اس کا بطلان ہر شخص پر واضح ہو جاتا ہے۔ اگر تمام مسائل میں ایک ایک مسئلہ کا استقراء کیا جائے تو آپ اس اصول کو اسی طرح پائیں گے۔

پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَكُمُ ﴾ ''اور تمہارے لیے۔'' اے لوگو! جو اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے موصوف کرتے ہو جو اس کے شایان شان نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا بیٹا، بیوی، اس کے ہمسر اور شریک قرار دینا۔ ان باطل باتوں میں سے تمہارا حصہ اور تمہارا نصیب ہے کہ اس پاداش میں تمہارے لئے ہلاکت، ندامت اور خسارہ ہے تم نے جو کچھ کہا ہے اس میں تمہارے لئے کوئی فائدہ ہے نہ تمہارے لئے کوئی بھلائی، جس کی خاطر تم عمل کر رہے ہو اور جہاں پہنچنے کے لئے تم کوشاں ہو۔ البتہ تمہارے مقصود و مطلوب کے برعکس، تمہارے نصیب میں ناکامی اور محرومی ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ زمین، آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ پس تمام مخلوق اس کی غلام اور مملوک ہے۔ زمین و آسمان کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کی ملکیت ہے نہ اس میں کسی کا حصہ ہے، نہ اس اقتدار میں اس کا کوئی معاون ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کر سکے گا۔ پھر کیسے ان کو معبود بنایا جا سکتا ہے اور کیسے ان میں سے کسی کو اللہ کا بیٹا قرار دیا جا سکتا ہے؟...... بالا و بلند اور پاک ہے وہ ہستی جو مالک اور عظمت والی ہے جس کے سامنے گردنیں جھکی ہوئی، بڑے بڑے سرکش سرافگندہ اور جس کے حضور مقرب فرشتے عاجز اور فروتن ہیں اور سب اس کی دائمی عبادت میں مصروف ہیں۔

بناء بریں فرمایا: ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ﴾ ’’اور جو اس کے پاس ہیں۔‘‘ یعنی فرشتے ﴿لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ ’’وہ اس کی عبادت سے انکار کرتے ہیں نہ وہ تھکتے ہیں۔‘‘ یعنی شدت رغبت‘ کامل محبت اور اپنے بدن کی طاقت کی وجہ سے‘ اس کی عبادت سے تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں۔

﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ یعنی وہ اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تسبیح و تحمید میں مستغرق رہتے ہیں۔ ان کے اوقات میں کوئی وقت فارغ ہے نہ عبادت سے خالی ہے۔ وہ اپنی کثرت کے باوصف اس صفت سے متصف ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال‘ اس کی قدرت‘ اس کے کامل علم و حکمت کا بیان ہے جو اس امر کا موجب ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت کی جائے نہ عبادت کو غیر اللہ کی طرف پھیرا جائے۔

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ

کیا بنالئے ہیں انہوں نے معبود زمین میں سے کہ وہ زندہ کر دینگے (مُردوں کو)؟○ اگر ہوتے ان (آسمان و زمین) میں کئی معبود سوائے اللہ کے

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ

توالبتہ بگڑ جاتے وہ دونوں پس پاک ہے اللہ جو رب ہے عرش کا ان سے جو وہ بیان کرتے ہیں○ نہیں پوچھا جا سکتا اس سے اس چیز کی بابت جو وہ کرتا ہے‘

وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ

جبکہ وہ (لوگ) پوچھے جائیں گے○ کیا بنالئے ہیں انہوں نے سوائے اس کے اور معبود؟ کہہ دیجئے! لاؤ تم دلیل اپنی؛

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ

یہ (توحید ہی) ذکر ہے ان لوگوں کا جو میرے ساتھ ہیں اور ذکر ہے ان لوگوں کا جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ اکثر انکے نہیں جانتے حق کو، پس وہ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ

اعراض کرنیوالے ہیں○ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر وحی کرتے تھے ہم اسکی طرف (یہ بات) کہ بلاشبہ نہیں کوئی

اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

معبود مگر میں ہی‘ سو تم عبادت کرو میری ہی○

اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل اقتدار اور اپنی عظمت کا ذکر کرنے اور اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد کہ ہر چیز اس کے سامنے سرنگوں ہے‘ مشرکین پر نکیر کی جنہوں نے اللہ کے سوا زمین سے معبود بنا لئے ہیں جو انتہائی عاجز اور قدرت سے محروم ہیں۔ ﴿هُمْ يُنْشِرُوْنَ﴾ ’’وہ ان کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکیں گے؟‘‘ یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے‘ یعنی وہ ان کے حشر و نشر پر قادر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتا ہے۔ ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا

﴿وَّلَا نَفۡعًا وَّلَا یَمۡلِكُوۡنَ مَوۡتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوۡرًا﴾ (الفرقان:٢٥/٣) ''انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے الہ بنا لئے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود پیدا کئے جاتے ہیں وہ خود اپنے لئے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں نہ نفع کا اور نہ وہ موت وحیات کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کا۔'' اور فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ○ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَهُمۡ وَهُمۡ لَهُمۡ جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ﴾ (یٰسٓ:٣٦/٧٤،٧٥)
''انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے ہیں شائد کہ ان کی طرف سے ان کی مدد کی جائے (حالانکہ) وہ ان کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ تو خود ان کے لشکری ہیں حاضر کیے ہوئے۔''

پس مشرک مخلوق کی عبادت کرتا ہے جو کسی نفع ونقصان کی مالک نہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کو ترک کر دیتا ہے جو تمام کمالات کا مالک ہے اور تمام معاملات اور نفع ونقصان اسی کے قبضہء قدرت میں ہیں۔ یہ توفیق سے محرومی، اس کی بدقسمتی، اس کی جہالت کی فراوانی اور اس کے ظلم کی شدت ہے۔ یہ وجود کائنات صرف ایک ہی الہ کے لئے درست اور لائق ہے اور اس وجود کائنات میں صرف ایک ہی رب موجود ہے، اس لئے فرمایا ﴿لَوۡ كَانَ فِیۡهِمَاۤ﴾ اگر ہوتے زمین اور آسمان میں ﴿اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ ''کئی معبود اللہ کے سوا، تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔'' خود زمین وآسمان فساد کا شکار ہو جاتے اور زمین وآسمان میں موجود تمام مخلوق میں فساد برپا ہو جاتا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی...... جیسا کہ نظر آرہا ہے، بہترین اور کامل ترین انتظام کے تحت چل رہے ہیں جس میں کوئی خلل ہے نہ عیب، جس میں کوئی اختلاف ہے نہ معارضہ...... پس کائنات کا یہ انتظام دلالت کرتا ہے کہ ان کی تدبیر کرنے والا، ان کا رب اور ان کا معبود ایک ہے۔ اگر اس کائنات کی تدبیر کرنے والے اور اس کے رب دو یا دو سے زیادہ ہوتے تو اس کا پورا نظام درہم برہم ہو جاتا اور اس کے تمام ارکان منہدم ہو جاتے کیونکہ دونوں معبود ایک دوسرے کے معارض ہوتے اور ایک دوسرے کے انتظام سے مزاحم ہوتے۔ جب ان دو معبودوں میں سے ایک معبود کسی چیز کی تدبیر کا ارادہ کرتا اور دوسرا اس کو معدوم کرنے کا ارادہ کرتا تو بیک وقت دونوں کی مراد کا وجود میں آنا محال ہوتا اور دونوں میں سے کسی ایک کی مراد کا پورا ہونا دوسرے کے عجز اور اس کے عدم اقتدار پر دلالت کرتا ہے اور تمام معاملات میں کسی ایک مراد پر دونوں کا متفق ہونا ناممکن ہے، تب یہ حقیقت متعین ہوگئی کہ وہ غالب وقاہر ہستی جس اکیلی ہی کی مراد بغیر کسی مانع کے وجود میں آتی ہے، وہ اللہ واحد وقہار ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے باہم ممانعت کی دلیل یہ بیان فرمائی۔ ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ﴾ (المؤمنون:٢٣/٩١) ''اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ کوئی دوسرا معبود ہی اس کی عبودیت میں اس کے ساتھ شریک ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لے کر علیحدہ ہو جاتا اور غالب آنے کے لئے ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے۔ جن اوصاف سے تم اسے

موصوف کررہے ہو اللہ ان سے پاک ہے۔'' اور ایک تفسیر کے مطابق درج ذیل آیت بھی اسی تمانع کی دلیل ہے۔

﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ○ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴾ (بنی اسراءیل: ۱۷/ ۴۲، ۴۳) ''کہہ دیجئے اگر اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں تو عرش کے مالک تک پہنچنے کے لیے کوئی راستہ ضرور تلاش کرتے' وہ پاک اور بلند و بالا ہے ان باتوں سے جو یہ مشرکین کہہ رہے ہیں۔'' اسی لئے فرمایا: ﴿ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ ہے ہر نقص سے کیونکہ وہ اکیلا کمال کا مالک ہے ﴿ رَبِّ الْعَرْشِ ﴾ ''رب ہے عرش کا۔'' وہ عرش جو مخلوقات کی چھت' تمام مخلوقات سے زیادہ وسیع اور سب سے بڑا ہے' لہٰذا اس سے کمتر مخلوق کے لیے اس کا رب ہونا تو بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ ﴿ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ یعنی یہ منکرین حق اور کفار جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور بیوی ہے' کسی بھی لحاظ سے اس کا کوئی شریک ہے۔ ان سب باتوں سے وہ پاک ہے۔

﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ ﴾ ''نہیں پوچھا جائے گا اس سے (اس کی بابت) جو وہ کرتا ہے۔'' اس کی طاقت' اس کے غلبہ اور اس کی کامل قدرت کی بنا پر کوئی اس کے افعال میں' قول یا فعل کے ذریعے' مزاحم نہیں ہو سکتا اس نے اپنی حکمت کاملہ کی بنا پر تمام اشیاء کو ان کے لائق مقامات پر رکھا ہے' ان کو نہایت مہارت سے تخلیق کیا اور ہر چیز کو احسن طریقے سے بنایا' عقل جس کا اندازہ کر سکتی ہے۔ اس پر سوال وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی تخلیق میں کوئی خلل اور نقص نہیں۔ ﴿ وَهُمْ ﴾ یعنی تمام مخلوقات ﴿ يُسْـَٔلُوْنَ ﴾ یعنی اپنے افعال و اقوال کے بارے میں جواب دہ ہیں کیونکہ وہ عاجز' محتاج اور غلام ہیں۔ وہ خود اپنی ذات پر یا کسی دوسرے پر ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتے۔

پھر اللہ تعالیٰ مشرکین کے احوال کی تحقیر کی طرف لوٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا بہت سے معبود بنا لئے ہیں' لہٰذا ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہو! ﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ﴾ یعنی اپنے موقف کی صحت پر حجت اور دلیل لاؤ مگر وہ کبھی دلیل نہ لا سکیں گے بلکہ اس کے برعکس ان کے اس موقف کے بطلان پر قطعی دلائل دلالت کرتے ہیں' اس لئے فرمایا: ﴿ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِىَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِىْ ﴾ یعنی تمام آسمانی کتابیں اور شریعتیں' ابطال شرک کے بارے میں میرے موقف کی صحت پر متفق ہیں۔ یہ اللہ کی کتاب ہے جس میں عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ہر چیز کا ذکر موجود ہے اور یہ سابقہ تمام کتب ہیں' یہ بھی میرے موقف پر واضح دلیل اور برہان ہیں اور چونکہ یہ حقیقت معلوم ہے کہ ان کے موقف کے بطلان پر حجت و برہان قائم ہو گئی اس لئے صاف ظاہر ہو گیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں کیونکہ دلیل و برہان قطعی طور پر فیصلہ کر دیتی ہے کہ اس کا کوئی معارض نہیں۔ اگر بظاہر کچھ معارضات موجود ہوں تو یہ محض شبہات ہیں جو حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آ سکتے۔

﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ یعنی وہ اپنے اسلاف کی تقلید کی بنا پر اپنے باطل موقف پر قائم ہیں اور بغیر

کسی علم اور ہدایت کے جھگڑا کرتے ہیں۔ ان کا حق کے علم سے محروم ہونے کا باعث یہ نہیں کہ حق مخفی ہے بلکہ اس محرومی کا سبب ان کی حق سے روگردانی ہے۔ ورنہ اگر انہوں نے حق کی طرف ادنیٰ سا التفات بھی کیا ہوتا تو حق ان پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا' اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ "پس وہ اعراض کرنے والے ہیں۔"

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیائے متقدمین کا ذکر فرمایا اور حکم دیا کہ اس مسئلے کی توضیح و تبیین کے بارے میں ان کی طرف رجوع کیا جائے' اس لئے اس مسئلہ کو اپنے اس ارشادِ مقدس میں مکمل طور پر واضح فرما دیا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ پس آپ ﷺ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت اور ان کی کتابوں کا لب لباب اور مقصد وحیدُ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم اور اس حقیقت کو کھول کر بیان کرنا ہے کہ صرف وہی معبود برحق ہے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت باطل ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ

اور انہوں نے کہا، بنائی ہے رحمٰن نے اولاد، پاک ہے وہ، بلکہ وہ (فرشتے) تو (اسکے) بندے ہیں معزز ○ نہیں سبقت کرتے وہ اس (اللہ) سے

بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

بات (کرنے) میں، اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں ○ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے،

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿٢٨﴾

اور وہ (فرشتے) نہیں سفارش کریں گے مگر واسطے اسی شخص کے (جس کیلئے) اللہ پسند کرے گا، اور وہ اسکے خوف سے ڈرنے والے ہیں ○

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ

اور جو کوئی بھی کہے ان میں سے کہ بے شک میں معبود ہوں سوائے اس (اللہ) کے، تو وہ شخص' سزا دیں گے ہم اسے جہنم کی'

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ ع

ع ۲

اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں ظالموں کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ رسول (ﷺ) کی تکذیب کرنے والے مشرکین کی سفاہت اور ان کے زعم باطل کے بارے میں خبر دیتا ہے...... ان کا برا ہو...... کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا بنایا ہے اور وہ ہرزہ سرائی کرتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس ہرزہ سرائی سے بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اوصاف کے متعلق آگاہ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے مرہون بندے اور اس کے دست تدبیر کے تحت مجبور ہیں اور انہیں کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لائق تکریم ہیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت اور کرامت کے مستحق بندوں میں شامل کیا ہے' انہیں رذائل سے پاک اور بے شمار فضائل سے مختص فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے

حضور انتہائی باادب اور اس کے احکامات کی تعمیل کرنے والے ہیں۔

﴿لَا يَسْبِقُونَهٗ بِالْقَوْلِ﴾ تدبیر مملکت کے متعلق اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ارشاد نہ فرمائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کامل طور پر مؤدب اور اللہ تعالیٰ کے کمال علم وحکمت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔﴿وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ﴾ وہ انہیں جو بھی حکم دیتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں اور جس کام پر انہیں لگاتا ہے وہ اسے سرانجام دیتے ہیں۔ وہ لمحہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں نہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نظر انداز کر کے اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے۔

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ماضی اور مستقبل کے تمام معاملات کا علم رکھتا ہے' وہ اس کے احاطۂ علم سے اسی طرح باہر نہیں نکل سکتے جیسے وہ اس کے دائرۂ امر وتدبیر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے۔ ان کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کسی بات میں اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کر سکتے اور نہ اس کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر کسی کی سفارش کر سکتے ہیں' اس لئے جب اللہ تعالیٰ ان کو اجازت دیتا ہے اور جس کے بارے میں وہ سفارش کرنا چاہتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے' تب وہ سفارش کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ صرف اسی قول وعمل سے راضی ہوتا ہے جو خالص اسی کی رضا کے لئے اور رسول (ﷺ) کی اتباع میں کیا گیا ہو...... یہ آیت کریمہ شفاعت کے اثبات پر دلالت کرتی ہے' نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے شفاعت کریں گے۔

﴿وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' اس کے جلال کے سامنے سرنگوں اور اس کے غلبہ وجمال کے سامنے سر افگندہ ہیں۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ الوہیت میں ان (فرشتوں) کا کوئی حق نہیں اور نہ وہ عبودیت ہی کا کوئی استحقاق رکھتے ہیں کیونکہ وہ ایسی صفات سے متصف ہیں جو عدم استحقاق کا تقاضا کرتی ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ذکر فرما دیا کہ الوہیت میں بھی ان کا کوئی حصہ نہیں اور نہ مجرد دعویٰ سے الوہیت کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور ان میں سے جو کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ﴿اِنِّىْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ ''کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں'' یعنی فرض کیا اگر ان میں سے کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے ﴿فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے' اسی طرح ہم ظالموں کو جزا دیتے ہیں۔'' اور اس سے بڑا اور کونسا ظلم ہو سکتا ہے کہ ایک ناقص مخلوق جو ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے' خصائص الوہیت وربوبیت میں اللہ تعالیٰ کی شریک ہونے کا دعویٰ کرے؟

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، کہ بلاشبہ آسمان اور زمین تھے باہم ملے ہوئے؟ پھر الگ الگ کیا ہم نے ان دونوں کو

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور بنائی ہم نے پانی سے ہر چیز جاندار کیا پس نہیں ایمان لاتے وہ؟ ○

کیا ان لوگوں نے...... جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا اور عبودیت کو اس کے لئے خالص کرنے سے انکار کیا...... ان نشانیوں کو نہیں دیکھا جو عیاں طور پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رب محمود و کریم اور معبود ہے۔ وہ زمین و آسمان کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ان کو ایک دوسرے سے جڑا ہوا پاتے ہیں' آسمان میں کوئی بادل ہوتا ہے نہ بارش' زمین مردہ' بے آب و گیاہ اور بنجر دکھائی دیتی ہے' پھر ہم دونوں کو جدا کر دیتے ہیں' آسمان کو پانی کے ذریعے سے اور زمین کو نباتات کے ذریعے سے۔

کیا وہ ہستی جو آسمان پر بادل وجود میں لائی تھی جبکہ آسمان بالکل صاف تھا کہیں بادل کا ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا' پھر اس نے اس میں بہت سا پانی ودیعت کیا' پھر وہ ہستی اس بادل کو ایک ایسی مردہ زمین پر لے گئی جہاں پانی کی نایابی کی وجہ سے اس کے کناروں تک خاک اڑتی تھی۔ پس اس نے اس مردہ زمین میں بارش برسائی اور وہ لہلہا اٹھی' حرکت کرنے اور بڑھنے لگی اور اس نے مختلف انواع اور متعدد فوائد کی خوشنما نباتات اگائی۔ کیا یہ سب کچھ اس بات کی دلیل نہیں کہ صرف وہی حق ہے اور اس کے سوا سب باطل ہے' وہی مردوں کو زندہ کرے گا' وہی رحمٰن و رحیم ہے؟ اس لئے فرمایا ﴿اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی کیا وہ صحیح طور پر ایمان نہیں لاتے جس میں کوئی شک ہو نہ شرک۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دلائل آفاقی شمار کرتے ہوئے فرمایا:

وَجَعَلْنَا فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا

اور بنائے ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ' تاکہ (نہ) جھک پڑے وہ (کسی ایک طرف) انہیں لے کر اور بنائے ہم نے اس میں کشادہ راستے

لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا

تاکہ وہ (لوگ) راہ پائیں ○ اور بنایا ہم نے آسمان کو چھت محفوظ اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے

مُعْرِضُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

اعراض کرنے والے ہیں ○ اور وہی ہے (اللہ) جس نے پیدا کئے رات اور دن اور سورج اور چاند،

كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٣٣﴾

سب اپنے اپنے مدار میں تیرتے ہیں ○

یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت' اس کے کمال' اس کی وحدانیت اور رحمت پر دلیل ہے کہ جب زمین میں پہاڑوں کے بغیر ٹھہراؤ نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے سے اس میں ٹھہراؤ پیدا کیا تاکہ وہ بندوں کیساتھ جھک نہ جائے یعنی زمین میں اضطراب پیدا نہ ہو اور بندے سکون اور کھیتی باڑی کرنے سے محروم نہ رہ جائیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین میں ٹھہراؤ نہ رہے...... اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے سے زمین کو ٹھہراؤ عطا کیا تب اس سبب سے بندوں کو جو بہت سے مصالح اور منافع حاصل ہوئے' وہ محتاج وضاحت نہیں۔

چونکہ پہاڑ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور ان میں بہت زیادہ اتصال ہے۔ اگر اسی حالت اتصال میں بڑے بڑے پہاڑ اور بلند چوٹیاں ہوتیں تو بہت سے شہروں کا آپس میں رابطہ نہ رہتا' اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بندوں پر اس کی رحمت ہے کہ اس نے پہاڑوں کے درمیان راستے بنائے' یعنی آسان راستے جن پر چلنا مشکل نہ ہو' تاکہ وہ اپنی مطلوبہ منزلوں تک پہنچ سکیں اور شاید وہ اسی طرح احسان کرنے والی اس ہستی کی وحدانیت پر اس سے استدلال کر کے راہ ہدایت پالیں۔

﴿وَجَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا﴾ یعنی آسمان کو اس زمین کے لئے چھت بنایا جس پر تم رہ رہے ہو ﴿مَّحۡفُوۡظًا﴾ یعنی گرنے سے محفوظ۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا﴾ (فاطر: ٣٥/ ٤١) ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو شیاطین کے سن گن لینے سے بھی محفوظ کر رکھا ہے۔

﴿وَهُمۡ عَنۡ اٰيٰتِهَا مُعۡرِضُوۡنَ﴾ یعنی وہ اس کی آیات سے غافل اور لہو و لعب میں مبتلا ہیں۔ یہ آسمان کی تمام نشانیوں کے لئے عام ہے' مثلاً اس کی بلندی' کشادگی' عظمت' اس کے حسین رنگ' حیرت انگیز مہارت سے اس کی مضبوطی وغیرہ' نیز اس میں بہت سی دیگر نشانیوں کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے' مثلاً ستارے' سیارے' روشن سورج اور چاند جو رات اور دن کے وجود کا باعث بنتے ہیں اور ہمیشہ سے اپنے افلاک میں تیر رہے ہیں۔ اسی طرح ستارے اپنے اپنے فلک میں رواں دواں ہیں۔

پس اس سبب سے بندوں کے مصالح پورے ہوتے ہیں' مثلاً گرمی سردی کا پیدا ہونا' موسموں کا تغیر و تبدل' جس سے بندے اپنی عبادات اور دیگر معاملات کا حساب رکھتے ہیں' رات کے وقت راحت اور سکون پاتے ہیں اور دن کے وقت اپنی معاش کے حصول کے لئے زمین میں پھیل جاتے ہیں۔ ان تمام امور کی تدبیر ایک دانا و بینا ہستی کر رہی ہے اور وہ نہایت توجہ سے اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے' جس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک وقت مقرر اور حتمی مدت تک کے لئے بنایا ہے تاکہ اس دوران میں اپنے مصالح و منافع حاصل کر لیں اور فائدہ اٹھا لیں۔ اس کے بعد یہ سب کچھ زائل ہو کر مضمحل ہو جائے گا اور وہ ہستی اسے فنا کے گھاٹ اتار دے گی جو اسے وجود میں لائی ہے' وہ ہستی اس کون و مکاں کو ساکن کر دے گی جس نے اس کو متحرک کیا ہے۔

مکلفین اس گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جائیں گے جہاں انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا آخرت کے دائمی گھر کے لئے کھیتی ہے' یہ سفر کی ایک منزل ہے' مستقل قیام کی جگہ نہیں ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ

اور نہیں کیا ہم نے کسی بشر کیلئے آپ سے پہلے ہمیشہ رہنا، کیا پس اگر آپ مر جائیں تو (کیا) وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟○ ہر

نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ

نفس چکھنے والا ہے (تلخی) موت کی، اور ہم آزماتے ہیں تمہیں ساتھ برائی اور اچھائی کے خوب آزمانا

وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٥﴾

اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے ○

رسول اللہ ﷺ کے دشمن کہا کرتے تھے تم اس رسول ﷺ کے بارے میں گردش زمانہ کا انتظار کرو! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موت کا راستہ ایک ایسی گزرگاہ ہے جس پر سب رواں دواں ہیں۔ ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ ''اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بھی دنیا میں کسی بشر کو دائمی زندگی عطا نہیں کی۔'' اگر آپ ﷺ موت سے ہم آغوش ہوں گے تو آپ ﷺ کی طرح دیگر رسول، انبیاء اور اولیاء بھی اسی راستے پر گامزن رہے ہیں جس کی منزل موت ہے۔ ﴿أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ یعنی اگر آپ ﷺ وفات پا جائیں گے تو کیا آپ ﷺ کے بعد یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے تاکہ وہ اس دائمی زندگی سے لطف اندوز ہوں؟ معاملہ اس طرح نہیں (جس طرح انہوں نے سمجھ رکھا ہے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی زمین پر ہے اس کی منزل فنا ہے، اس لئے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔'' یہ آیت کریمہ تمام خلائق کے نفوس کو شامل ہے۔ بندے کو خواہ کتنی ہی لمبی مہلت اور کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ دے دی جائے، آخر موت کا پیالہ اسے پینا ہی پڑے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنے بندوں کو وجود بخشا، ان کو اوامر و نواہی عطا کئے ان کو خیر و شر، غنا و فقر، عزت و ذلت اور موت و حیات کے ذریعے سے آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ وہ دیکھے کہ فتنے کے مواقع پر کون فتنے میں مبتلا ہوتا ہے اور کون فتنے سے نجات پاتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' پھر ہم تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیں گے، اگر اچھے اعمال ہیں تو جزا اچھی ہوگی، اگر برے اعمال ہیں تو جزا بھی بری ہوگی۔ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ (حم السجدۃ: ٤١/ ٤٦) ''اور آپ کا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔''

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بطلان پر دلالت کرتی ہے جو حضرت خضر علیہ السلام کی بقاء کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یہ ایک ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں، نیز یہ دلائل شرعیہ کے بھی منافی ہے۔

وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ

اور جب دیکھتے ہیں آپ کو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو نہیں بناتے آپ کو مگر مذاق ہی (کہتے ہیں) کیا یہی ہے وہ جو ذکر کرتا ہے

اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ

تمہارے معبودوں کا؟ جبکہ وہ تو ذکرِ رحمٰن ہی سے آپ (خود) منکر ہیں ○ پیدا کیا گیا ہے انسان جلد بازی (کے خمیر) سے

سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٣٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

عنقریب دکھاؤں گا میں تمہیں اپنی نشانیاں، پس نہ جلدی طلب کرو تم مجھ سے ○ اور وہ لوگ کہتے ہیں، کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم

صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ

سچے؟○ اگر جان لیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (اس وقت کو) کہ جس وقت نہیں ہٹا سکیں گے وہ اپنے مونہوں سے آگ کو،

وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ

اور نہ اپنی پیٹھوں سے، اور نہ وہ مدد ہی کیے جائیں گے ○ بلکہ وہ (قیامت) آئیگی انکے پاس اچانک ہی پس وہ بدحواس کر دیگی انہیں،

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

پھر وہ نہ استطاعت رکھیں گے اسے ٹالنے کی، اور نہ وہ مہلت ہی دیے جائیں گے ○ اور البتہ تحقیق ٹھٹھا کیا گیا کئی رسولوں کیساتھ آپ سے پہلے،

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾ ع

پس گھیر لیا ان لوگوں کو جو ٹھٹھا کرتے تھے ان میں سے اُس (عذاب) نے کہ تھے وہ ساتھ اسکے ٹھٹھا کرتے ○

یہ ان کے کفر کی شدت کی طرف اشارہ ہے۔ مشرکین جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو آپ ﷺ کا تمسخر اڑاتے اور کہتے: ﴿اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ﴾ یعنی ان کے زعم کے مطابق یہی ہے جو تمہارے معبودوں کی تحقیر کرتا ہے' ان کو سب وشتم اور ان کی مذمت کرتا ہے اور ان کی برائیاں بیان کرتا ہے اس کی پروا کرو نہ اس کی طرف دھیان دو...... یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا استہزاء اور آپ ﷺ کی تحقیر ہے جو آپ ﷺ کی صفات کمال شمار ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ وہ اکمل و افضل ہستی ہیں جس کے فضائل و مکارم میں اخلاص للہ' غیر اللہ کی عبادت کی مذمت اور عبادت کے اصل مقام و مرتبہ کا ذکر شامل ہے۔

ذلت و استہزاء تو ان کفار کے لئے ہے جن میں ہر قسم کے مذموم اخلاق جمع ہیں۔ اگر ان میں صرف یہی عیب ہوتا کہ انہوں نے رب کریم کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسولوں کا انکار کیا تو اس کی وجہ ہی سے وہ مخلوق میں سب سے زیادہ گھٹیا اور رذیل ہوتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا رحمٰن کا ذکر کرنا' جو ان کا بلند ترین حال ہے' اس کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں یا اس پر ایمان لاتے ہیں تو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں' اس لئے جب ان کا ذکر کفر اور شرک ہے تو اس کے بعد ان کے دیگر احوال کیسے ہوں گے؟

اس لئے فرمایا: ﴿وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور وہ رحمٰن کے ذکر کے منکر ہیں۔'' یہاں اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (الرحمن) کا ذکر کرنے میں ان کے حال کی قباحت کا بیان ہے' نیز یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ

رحمٰن کا کیسے کفر اور شرک کے ساتھ سامنا کرتے ہیں، حالانکہ وہ تمام نعمتیں عطا کرنے والا اور مصائب کو دور کرنے والا ہے، بندوں کے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ اسی کی طرف سے ہیں اور تمام تکلیف کو صرف وہی رفع کرتا ہے۔

﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ یعنی انسان کو جلد باز پیدا کیا گیا ہے، وہ تمام امور میں عجلت پسند ہے اور ان کے وقوع میں جلدی مچاتا ہے۔ اہل ایمان کفار کے لئے عذاب میں جلدی چاہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ کفار پر عذاب بھیجنے میں دیر کر دی گئی ہے۔ کفار تکذیب وعناد کے ساتھ روگردانی کرتے اور نزول عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں اور کہتے ہیں: ﴿مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''کب ہے یہ (عذاب کا) وعدہ، اگر تم سچے ہو۔'' اور اللہ تعالیٰ نہایت حلم کے ساتھ ان کو مہلت دیتا ہے ان کو مہمل نہیں چھوڑتا اور ان کے لئے ایک وقت مقرر کر دیتا ہے۔ ﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (الاعراف: ۷/ ۳۴) ''جب ان کا وقت مقرر آن پہنچتا ہے تو ان کے لئے ایک گھڑی بھر کی تاخیر ہوتی ہے نہ تقدیم۔''

اور اسی لئے فرمایا: ﴿سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ﴾ یعنی جس نے میرے ساتھ کفر کیا اور میری نافرمانی کی میں انہیں اپنے انتقام کا مزا چکھانے میں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا ﴿فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ﴾ اس لئے اس کی بابت جلدی نہ مچاؤ۔

اسی طرح جو کفار کہتے تھے کہ ﴿مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ وہ فریب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے یہ بات کہتے تھے کیونکہ ابھی ان کے لئے سزا مقرر نہیں ہوئی تھی اور ان پر عذاب نازل نہیں ہوا تھا۔

﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''کاش جان لیں کافر'' یعنی اپنی بری حالت کو ﴿حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ﴾ ''کہ جب نہیں روک سکیں گے وہ عذاب کو اپنے چہروں سے اور نہ اپنی پشتوں سے۔'' جب عذاب انہیں ہر جانب سے گھیر لے گا اور ہر طرف سے ان پر چھا جائے گا ﴿وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔'' یعنی کوئی ان کی مدد کر سکے گا نہ وہ خود کسی کی مدد کر سکیں گے اور نہ کسی سے مدد حاصل کر سکیں گے۔

﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ﴾ ''بلکہ آ جائے گی ان کے پاس۔'' یعنی آگ ﴿بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ﴾ ''اچانک، پس وہ ان کو مبہوت کر دے گی۔'' یعنی ناگہاں ان پر ٹوٹ پڑے گی، گھبراہٹ، دہشت اور عظیم خوف انہیں ہکا بکا کر دیں گے۔ ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا﴾ ''پس وہ اس کو لوٹانے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔'' کیونکہ وہ ایسا کرنے سے عاجز اور بہت کمزور ہوں گے۔ ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ یعنی ان کو مہلت دے کر ان پر سے عذاب موخر نہیں کیا جائے گا۔ اگر انہیں اپنی اس حالت اور انجام کا علم ہوتا تو کبھی عذاب کے لئے جلدی نہ مچاتے بلکہ عذاب سے بہت زیادہ ڈرتے۔ مگر جب یہ علم ان کے پاس نہ رہا تو انہوں نے اس قسم کی باتیں کیں۔

اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ساتھ کفار کے تمسخر کا ذکر فرمایا ﴿اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ﴾ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ گزشتہ قوموں کا بھی اپنے رسولوں کے ساتھ یہی رویہ تھا، چنانچہ

فرمایا: ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ''اور آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا۔ پس گھیر لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ان میں سے استہزاء کیا تھا اس چیز نے جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے۔'' یعنی ان پر عذاب الٰہی ٹوٹ پڑا اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو گئے' اس لئے ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جائے جو گزشتہ امتوں پر نازل ہوا تھا جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ
کہہ دیجئے! کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات اور دن میں' رحمٰن (کے عذاب) سے؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے
مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ
اعراض کرنیوالے ہیں ○ کیا ان کیلئے (اور) معبود ہیں جو بچاتے ہوں انکو ہمارے سوا؟ نہیں استطاعت رکھتے وہ مدد کرنیکی اپنی ہی جانوں کی
وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ
اور نہ وہ ہم (ہمارے عذاب) ہی سے محفوظ ہیں ○ بلکہ فائدہ دیا ہم نے انکو اور انکے باپ دادا کو یہاں تک کہ طویل ہو گئیں انکی عمریں'
اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾
کیا پس نہیں دیکھتے وہ کہ بیشک ہم آتے زمین کو کم کرتے ہیں ہم اس کو اس کے کناروں سے؟ کیا پس وہ غالب ہیں؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کی بے بسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے جنہوں نے اللہ کے بغیر دوسرے معبود بنا لئے..... کہ وہ اپنے رب رحمان کے محتاج ہیں جس کی بے پایاں رحمت شب و روز ہر نیک اور بد پر سایہ کناں ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ ﴾ یعنی کون تمہاری حفاظت کرتا ہے ﴿ بِالَّيْلِ ﴾ ''رات کو۔'' یعنی جب تم اپنے بستروں میں سو رہے اور اپنے حواس سے محروم ہوتے ہو ﴿ وَالنَّهَارِ ﴾ ''اور دن کو۔'' یعنی تمہارے زمین میں پھیل جانے اور تمہاری غفلت کے وقت ﴿ مِنَ الرَّحْمٰنِ ﴾ ''رحمٰن کے مقابلے میں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کون تمہاری حفاظت کرتا ہے اس کے بغیر کوئی ہے جو تمہاری حفاظت کرتا ہو؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تمہاری حفاظت کرنے والا نہیں۔

﴿ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ ''بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرنے والے ہیں۔'' اسی لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا۔ اگر انہوں نے اپنے رب کی طرف توجہ کی ہوتی' اس کی نصیحتوں کو قبول کیا ہوتا' تو یقیناً انہیں رشد و ہدایت عطا کر دی جاتی اور ان کے معاملے میں انہیں توفیق سے نواز دیا جاتا۔

﴿ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ﴾ یعنی جب ہم ان کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کرتے ہیں' تو کیا ان کے خود ساختہ معبود ان کو اس برائی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے شر سے بچانے کی قدرت رکھتے ہیں؟ ﴿ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴾ ''نہیں طاقت رکھتے وہ خود اپنی مدد کرنے کی اور نہ وہ ہماری

طرف سے رفاقت دیے جاتے ہیں۔'' یعنی ہماری طرف سے ان کے معاملات میں ان کی مدد نہیں کی جاتی۔ جب ان کی مدد نہ کی جائے تو گویا ان کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے محروم کر کے ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور یوں وہ کوئی فائدہ اٹھانے اور ضرر دور کرنے پر قادر نہیں ہوتے۔

جو چیز ان کے اپنے کفر و شرک پر جمے رہنے کی باعث بنی اس کے بارے میں فرمایا: ﴿بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ ہم نے مال اور اولاد کے ذریعے سے ان کی مدد کی' ان کو لمبی عمریں عطا کیں تو وہ ان مقاصد کو چھوڑ کر جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا تھا' لہو ولعب کی بنا پر' مال اور اولاد سے متمتع ہونے میں مشغول ہو گئے اور ان کی مدت مہلت طویل ہو گئی' جس سے ان کے دل سخت ہو گئے' ان کی سرکشی بڑھ گئی اور ان کا کفر بہت زیادہ ہو گیا۔ اگر وہ اس زمین پر دائیں بائیں مڑ کر اپنے جیسے لوگوں کا انجام دیکھتے تو ہلاک ہونے والوں کے سوا کچھ نہ پاتے اور موت کی خبر دینے والے کی آواز کے سوا کوئی آواز نہ سنتے۔ انہیں معلوم ہوتا کہ کئی قومیں پے در پے ہلاک ہو گئیں اور موت نے نفوس کو پھانسنے کے لئے ہر راستے پر پھندہ لگا رکھا ہے۔

بنا بریں فرمایا: ﴿اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا﴾ یعنی ہم زمین کو اہل زمین کی موت اور ان کو فنا کرنے کے ذریعے آہستہ آہستہ کم کر رہے ہیں یہاں تک کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی زمین اور زمین کے رہنے والوں کا وارث ہو گا اور وہ بہترین وارث ہے اگر وہ اپنی اس حالت کو دیکھیں تو کبھی فریب میں مبتلا نہ ہوں اور کبھی اپنے کفر و شرک کے موجودہ رویے پر جمے نہ رہیں۔ ﴿اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''کیا پس وہ غالب ہیں۔'' جو اپنے زور سے اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کو روک سکتے ہوں اور اپنی طاقت سے موت سے بچ سکتے ہوں؟ کیا یہ ان کا وصف ہے کہ جس کی بنا پر وہ طول بقاء کے فریب میں مبتلا ہیں؟ یا ان کی حالت یہ ہے کہ جب ان کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے ان کے رب کا فرشتہ ان کے پاس آئے گا تو اس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور ادنیٰ سی مزاحمت پر بھی قادر نہ ہوں گے۔

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

کہہ دیجیے! یقیناً ڈراتا ہوں میں تمہیں وحی کے ذریعے سے' اور نہیں سنتے بہرے پکار کو جب وہ ڈرائے جائیں ○

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور البتہ اگر چھو جائے انہیں ایک (ہلکا سا) جھونکا آپ کے رب کے عذاب کا تو البتہ ضرور کہیں گے وہ، ہائے ہماری کم بختی! بلاشبہ ہم ہی تھے ظالم ○

﴿قُلْ﴾ اے محمد! (ﷺ) تمام لوگوں سے کہہ دیجیے ﴿اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ﴾ یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جو کچھ تمہارے پاس لایا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں لایا نہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں' نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' میں تو صرف اس چیز کے ذریعے سے تمہیں ڈراتا ہوں جو اللہ

تعالیٰ میری طرف وحی کرتا ہے۔ اگر تم نے میری دعوت پر لبیک کہی تو یہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک ہے وہ تمہیں اس پر ثواب عطا کرے گا اور اگر تم روگردانی کر کے اس کی مخالفت کرو گے' تو میرے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں۔ اختیار تو تمام تر اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور تقدیر صرف اسی کی طرف سے ہے۔

﴿وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ﴾ یعنی بہرہ کسی قسم کی آواز نہیں سن سکتا کیونکہ اس کی سماعت خراب ہو چکی ہے۔ جس طرح آواز کا سننا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ آواز کو قبول کرنے والا مقام و محل موجود ہو۔ اسی طرح وحی قلب و روح کے لئے زندگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کا سبب ہے لیکن اگر قلب ہدایت کی آواز کو قبول نہیں کرتا' تو وہ ہدایت اور ایمان کی نسبت سے اس بہرے کی مانند ہے جو آوازوں کو نہیں سن سکتا۔ یہ مشرکین بھی ہدایت اور ایمان کی آواز سننے سے بہرے ہیں اس لئے ان کا ہدایت کو قبول نہ کرنا کوئی تعجب انگیز بات نہیں خاص طور پر اس حالت میں کہ ابھی تک ان کو عذاب اور اس کی تکلیف نے چھوا نہیں۔

﴿وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ایک معمولی سا حصہ ان کو چھو لے ﴿لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''تو پکار اٹھیں گے ہائے ہماری کم بختی! ہم تو ظالم تھے۔'' یعنی وہ پکاریں گے: ہائے ہم تباہ و برباد ہو گئے اور ان کی پکار اپنی ندامت کا اظہار اور اپنے ظلم' کفر اور استحقاق عذاب ہی کا اعتراف ہو گی۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ

اور ہم رکھیں گے ترازوئیں انصاف کی دن قیامت کے، پس نہ ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کچھ بھی' اور اگر ہو گا (عمل)

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

برابر دانے ایک رائی کے بھی تو لے آئیں گے ہم اسے اور کافی ہیں ہم حساب کرنے والے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے عدل پر مبنی حکم کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' قیامت کے روز جب وہ اپنے بندوں کو جمع کرے گا تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرے گا۔ نہایت عدل کے ساتھ وزن کرنے والی ترازوئیں قائم کر دی جائیں گی جن پر ذرہ بھر وزن بھی واضح ہو جائے گا۔ یہ ترازوئیں نیکیوں اور برائیوں کا وزن کریں گی۔

﴿فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ﴾ ''پس کسی نفس پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ﴿شَيْئًا﴾ ''کچھ بھی۔'' یعنی کسی شخص کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی نہ کسی شخص کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ ﴿وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ﴾ ''اور اگر ہو گا (عمل) رائی کے دانے کے برابر۔'' جو کہ سب سے چھوٹی اور حقیر سی چیز ہے یعنی رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی یا بدی ہو گی ﴿اَتَيْنَا بِهَا﴾ ہم اسے سامنے حاضر کر دیں گے تاکہ اس پر اس کے مرتکب کو جزا دی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ

﴿ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزال:۹۹/۷،۸) ’’جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کا ارتکاب کیا ہوگا وہ اسے دیکھ لے گا۔‘‘ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ (الکھف:۱۸/۴۹) ’’وہ کہیں گے کہ ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ کوئی چھوٹا یا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس میں لکھنے سے رہ گیا ہو اور وہ اپنے تمام اعمال کو موجود پائیں گے۔‘‘

﴿وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد خود اپنا نفس کریمہ ہے اور وہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ یعنی اللہ اپنے بندوں کے اعمال کا علم رکھتا ہے، ان اعمال کو کتاب میں درج کر کے ان کی حفاظت کرتا ہے، وہ ان اعمال کی مقدار کے مطابق ثواب اور ان کے استحقاق کا بھی علم رکھتا ہے اور وہ عمل کرنے والوں کو ان کی جزا عطا کرے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾

اور البتہ تحقیق دی تھی ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنیوالی (کتاب) اور روشنی اور ذکر (نصیحت) پرہیزگاروں کیلئے ○

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا

وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے، اور وہ قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں ○ اور یہ (قرآن)

ع ۴ ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۚ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع

ذکر ہے، برکت والا ہے، ہم نے نازل کیا ہے اسے، کیا پس تم اس کے منکر ہو؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہایت کثرت سے ان دو جلیل القدر کتابوں کا اکٹھا ذکر کیا ہے ان دونوں سے افضل، ذکر میں ان سے بڑی، ان سے زیادہ بابرکت اور ہدایت و بیان کے لئے زیادہ عظیم کوئی اور کتاب دنیا میں نازل نہیں ہوئی اور وہ ہیں تورات اور قرآن کریم، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اصلاً اور حضرت ہارون علیہ السلام کو تبعاً تورات عطا فرمائی ﴿الْفُرْقَانَ﴾ جو حق اور باطل کے درمیان اور ہدایت اور گمراہی کے درمیان فرق کرتی ہے ﴿وَضِيَآءً﴾ نور ہے جس سے راہنمائی کے خواشمند راہنمائی حاصل کرتے ہیں، اہل سلوک اس کو اپنا امام بناتے ہیں، اس سے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اس کے ذریعے سے حلال و حرام کی پہچان حاصل ہوتی ہے، وہ جہالت، گمراہی اور بدعات کی تاریکیوں میں روشنی عطا کرتی ہے۔

﴿وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ’’اور نصیحت ہے متقین کے لیے۔‘‘ یعنی اہل تقویٰ کے ذریعے سے نصیحت پکڑتے ہیں کہ کون سے امور ان کو فائدہ دیتے ہیں اور کون سے امور ان کے لئے نقصان دہ ہیں اور اس کے ذریعے سے خیر و شر کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کو ’’ذکر‘‘ کے ساتھ اس لئے مختص کیا ہے کیونکہ صرف

وہی اس سے علم و عمل میں فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ''متقین'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ یعنی اپنے تنہائی کے اوقات میں جب لوگ ان کو دیکھ نہیں رہے ہوتے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جب ایسا ہے تو لوگوں کے سامنے تو بطریق اولیٰ ڈرتے ہیں۔ پس وہ حرام امور سے بچتے ہیں اور جو امور ان پر لازم ٹھہرا دیئے گئے ان کا التزام کرتے ہیں۔ ﴿وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ﴾ اور وہ' اپنے رب کی کامل معرفت حاصل ہونے کی بنا پر' قیامت کی گھڑی سے ڈرتے ہیں...... پس انہوں نے احسان اور خوف الٰہی کو یکجا کر کے اپنے اندر سمو لیا۔

یہاں عطف' ایک ہی چیز اور ایک ہی موصوف پر وارد ہونے والی متضاد صفات پر عطف کے باب میں سے ہے۔

﴿وَهٰذَا﴾ ''اور یہ'' یعنی قرآن کریم ﴿ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ﴾ 'مبارک ذکر ہے جسے ہم نے اتارا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو دو جلیل القدر اوصاف سے موسوم کیا ہے۔

(۱) قرآن حکیم ''ذکر'' ہے۔ تمام مطالب میں قرآن سے نصیحت حاصل کی جاتی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور اس کے افعال' اس کے انبیاء و اولیاء کی صفات اور احکام جزا' جنت اور جہنم کی معرفت حاصل ہوتی ہے' نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اس لئے بھی ''ذکر'' کہا ہے کہ قرآن...... اخبار صادقہ کی تصدیق' ان امور کا حکم دینا جو عقلاً حسن ہیں اور ان امور سے روکنا جو عقلاً قبیح ہیں' جیسی صفات کو جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل و فطرت میں ودیعت کر رکھی ہیں ان کی یاد دہانی کراتا ہے۔

(۲) قرآن کریم کا ''مبارک'' (یعنی بابرکت) ہونا اس میں بھلائی کی کثرت' بھلائی کی نشوونما اور اس میں اضافے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی چیز بابرکت نہیں کیونکہ ہر بھلائی' ہر نعمت' دینی' دنیاوی اور اخروی امور میں ہر اضافہ اسی کے سبب سے ہے اور اس پر عمل کے آثار ہیں۔

جب ''ذکر'' بابرکت ہو تو اس کو قبول کرنا' اس کی اطاعت کرنا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا واجب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس جلیل القدر نعمت کا شکر ادا ہو' اس کو قائم کیا جا سکے اور اس کے الفاظ و معانی کو سیکھ کر اس سے برکت حاصل کی جائے اور اس رویے سے متضاد رویہ' یعنی اس سے روگردانی کرنا' اسے درخور اعتنا نہ سمجھنا' اس کا انکار کرنا اور اس پر ایمان نہ لانا سب سے بڑا کفر' شدید ترین جہالت اور سخت ظلم ہے' اس لئے جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر نکیر کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور البتہ تحقیق دی تھی ہم نے ابراہیم کو اسکی ہدایت اس سے پہلے اور تھے ہم اسے (خوب) جاننے والے ○ جب کہا تھا اس نے اپنے باپ

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا

اور اپنی قوم سے، کیا ہیں یہ مورتیاں وہ جو تم ہو ان کیلئے (تعظیم سے) جھکنے والے؟ ○ انہوں نے کہا، پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو انکی

عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا
عبادت کرتے ہوئے○ ابراہیم نے کہا، البتہ تحقیق ہو تم خود اور (تھے) باپ دادا تمہارے گمراہی صریح میں○ انہوں نے کہا کیا لایا ہے تو ہمارے پاس
بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
حق یا ہے تو کھیل کرنے والوں میں سے؟○ ابراہیم نے کہا، بلکہ تمہارا رب رب ہے آسمانوں اور زمین کا
الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ
وہ جس نے پیدا کیا انکو، اور میں اوپر اس (بات) کے گواہوں میں سے ہوں○ اور اللہ کی قسم! البتہ ضرور ایک تدبیر کرونگا میں
اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ
تمہارے بتوں (کو توڑنے) کیلئے بعد اسکے کہ چلے جاؤ گے تم پیٹھ پھیر کر○ پھر کر دیا اس نے انکو ٹکڑے ٹکڑے سوائے ایک بڑے کے انکے تاکہ وہ
اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾
اسکی طرف رجوع کریں○ انہوں نے کہا، کس نے کیا ہے یہ (کام) ہمارے معبودوں کے ساتھ؟ بلاشبہ وہ البتہ ظالموں میں سے ہے○
قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ
انہوں نے کہا، سنا ہم نے ایک جوان کو، وہ ذکر کرتا تھا انکا، کہا جاتا ہے اسے ابراہیم○ انہوں نے کہا، پس لے آؤ تم اسے روبرو لوگوں کے
لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ
تاکہ وہ (عبرت کیلئے) دیکھیں○ انہوں نے کہا، کیا تو نے ہی کیا ہے یہ (کام) ہمارے معبودوں کیساتھ اے ابراہیم؟○ اس نے کہا
بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
(نہیں) بلکہ کیا ہے یہ کام انکے اس بڑے (بت) نے، پس تم پوچھو ان سے اگر ہیں وہ بولتے○ پس لوٹے وہ اپنے نفسوں کی طرف (یعنی سوچا)
فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا
اور کہا (آپس میں) بلاشبہ تم ہی ظالم ہو○ پھر وہ الٹے کر دیے گئے اپنے سروں کے بل (اور کہا) البتہ تحقیق تو جانتا ہے کہ نہیں
هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا
یہ (بت) بولتے○ ابراہیم نے کہا، کیا پس تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے ان کی جو نہیں نفع دے سکتے تمہیں کچھ اور نہ
يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا
نقصان دے سکتے ہیں تمہیں؟○ افسوس ہے تم پر اور ان پر جنکی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے، کیا پس نہیں عقل رکھتے تم؟○ انہوں نے کہا،
حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا
جلا دو تم اسکو اور مدد کرو اپنے معبودوں کی، اگر ہو تم (کچھ) کرنیوالے○ ہم نے کہا، اے آگ ہو جا تو ٹھنڈی اور سلامتی (والی)
عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا
اوپر ابراہیم کے○ اور ارادہ کیا تھا انہوں نے اسکے ساتھ مکر کا، پس کر دیا ہم نے انہیں ہی خسارہ پانیوالے○ اور نجات دی ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو

إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا لِلْعٰلَمِينَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ إِسْحٰقَ ط وَيَعْقُوبَ

طرف اس زمین کی وہ جو برکت دی تھی ہم نے اسمیں جہان والوں کیلئے ○ اور عطا کیا ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق اور یعقوب

نَافِلَةً ط وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِينَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُونَ بِأَمْرِنَا

مزید اور ہر ایک کو بنایا ہم نے صالح ○ اور بنایا ہم نے انہیں امام، وہ ہدایت کرتے تھے ہمارے حکم کے ساتھ

وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَآءَ الزَّكٰوةِ ج وَكَانُوا

اور وحی کی ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے کی اور نماز قائم کرنے کی اور زکوۃ ادا کرنے کی، اور تھے وہ

لَنَا عٰبِدِينَ ﴿٧٣﴾

ہمارے عبادت گزار (فرماں بردار) بندے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جلیل القدر کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ إِبْرٰهِيمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ان کی کتابوں کے نازل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین وآسمان کی بادشاہی کا مشاہدہ کروایا اور انہیں رشد وہدایت عطا کی' جس سے ان کے نفس کو کمال حاصل ہوا اور آپ نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی' جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو عطا نہیں کی اور آپ کے ہدایت یافتہ ہونے کے باعث' آپ کے حسب حال اور آپ کے بلند مرتبہ کی بنا پر رشد کو آپ کی طرف مضاف کیا گیا ورنہ ہر مومن کو اس کے حسب ایمان رشد وہدایت سے نوازا گیا ہے۔

﴿وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِينَ﴾ ''اور ہم اسکو جانتے تھے۔'' یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رشد وہدایت کی' انکو رسالت کے لئے منتخب کیا' انہیں اپنا خلیل بنایا اور دنیا وآخرت میں انہیں اپنے لئے چن لیا اس لیے کہ ہم جانتے تھے کہ وہ اس مرتبہ کے اہل اور اپنی پاکیزگی اور ذہانت کی بنا پر اس کے مستحق ہیں۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ان کا اپنی قوم کے ساتھ مباحثہ' شرک سے ان کو روکنے' بتوں کو توڑنے اور ان پر آپ کے حجت قائم کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ﴾ ''جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا' یہ مورتیاں کیا ہیں؟'' جن کو تم نے بعض مخلوقات کی صورت پر خود اپنے ہاتھوں سے بنایا اور خود گھڑا ہے ﴿الَّتِيٓ أَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُونَ﴾ جن پر تم ان کی عبادت کے لئے قیام اور اس کا التزام کرتے ہو...... یہ گھڑے ہوئے پتھر کیا ہیں؟ ان میں کونسی فضیلت ظاہر ہوئی ہے؟ تمہاری عقلیں کہاں چلی گئی ہیں کہ تم نے اپنے اوقات کو ان بتوں کی عبادت میں ضائع کر دیا' حالانکہ تم نے خود ان کو اپنے ہاتھوں سے گھڑا ہے؟ یہ سب سے بڑی تعجب انگیز بات ہے کہ جس چیز کو تم خود اپنے ہاتھوں سے گھڑتے ہو اسی کی عبادت کرتے ہو' تو انہوں نے بغیر کسی حجت اور برہان کے اس شخص کا سا جواب دیا جو

عاجز اور بے بس ہو اور جسے ادنیٰ سا بھی شبہ نہ ہو چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا ﴾ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسے ہی کرتے پایا ہم بھی ان کی راہ پر گامزن ہیں اور ان کی پیروی میں ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ انبیاء ومرسلین کے سوا، کسی شخص کا فعل حجت ہے نہ اس کی پیروی ہی کرنا جائز ہے۔ خاص طور پر اصول دین اور توحید الٰہی میں...... اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام لوگوں کو گمراہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ یعنی تم اور تمہارے آباء واجداد واضح گمراہی میں مبتلا ہو اور کونسی گمراہی ہے جو ان کے شرک میں مبتلا ہونے اور توحید کو ترک کرنے کی گمراہی سے زیادہ بڑی ہو؟ یعنی اس گمراہی کو پکڑے رہنے کے لئے تم نے جو دلیل دی ہے وہ درست نہیں، تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی پر ہو جو ہر ایک پر واضح ہے۔

﴿ قَالُوْٓا ﴾ انہوں نے تعجب اور ابراہیم علیہ السلام کے قول پر استفہام کے طور پر کہا، نیز یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اور ان کے آباء واجداد کو بے وقوف قرار دیا تھا۔ ﴿ اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴾ یعنی کیا وہ بات جو تو نے کہی ہے اور وہ چیز جو تو لے کر آیا ہے، حق ہے؟ یا تیرا ہمارے ساتھ بات کرنا، کسی دل لگی کرنے والے اور تمسخر اڑانے والے کا بات کرنا ہے جو یہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟...... پس انہوں نے ان دو امور کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات کو رد کر دیا، انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو اس بنا پر رد کر دیا کہ ان کے ہاں یہ بات تسلیم شدہ تھی کہ جو کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ ایک بے وقوف کا کلام ہے، آپ جو بات کہتے ہیں وہ عقل میں نہیں آتی۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بات کا اس طرح جواب دیا جس سے ان کی سفاہت اور کم عقلی واضح ہوتی تھی، چنانچہ فرمایا: ﴿ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴾ ''بلکہ تمہارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور میں بھی ان باتوں کو ماننے والوں میں سے ہوں۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے عقلی اور نقلی دونوں دلیلوں کو جمع کر دیا۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک شخص، حتیٰ کہ وہ خود بھی جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا، جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں، فرشتوں، جنوں، جانوروں اور زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے اور وہی ہے جو مختلف الانواع تدابیر کے ساتھ ان کی تدبیر کر رہا ہے۔ پس تمام مخلوق پیدا شدہ، محتاج تدبیر اور زیر تصرف ہے اور جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں وہ بھی اس مخلوق میں داخل ہیں...... کیا یہ چیز اس شخص کے نزدیک، جو ادنیٰ سی عقل اور تمیز رکھتا ہے...... مناسب ہے کہ ایک ایسی مخلوق ہستی کی عبادت کی جائے جو کسی کے زیر تصرف ہے، جو کسی نفع و نقصان کی مالک نہیں، جو زندگی اور موت پر قدرت رکھتی ہے نہ دوبارہ زندہ کرنے پر اور خالق، رازق اور مدبر کائنات کی عبادت کو چھوڑ دیا جائے؟

نقلی اور سمعی دلیل وہ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے منقول ہے کہ وہ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ معصوم اور غلطیوں سے پاک ہے اور وہ صرف حق کی خبر دیتا ہے اور دلیل سمعی اس کی ایک قسم کسی نبی کی گواہی ہے' بنا بریں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ﴾ ''اور میں اس پر'' یعنی اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل ہے۔ ﴿مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔'' اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بعد کونسی گواہی ہے جو انبیاء و رسل کی گواہی سے افضل ہو خاص طور پر اولوالعزم رسول اور رحمان کے خلیل کی گواہی سے؟

چونکہ آپ نے دلیل سے واضح کر دیا تھا کہ ان کے بت کسی تدبیر کا اختیار نہیں رکھتے' اس لئے آپ نے ان کو بالفعل ان کے خود ساختہ معبودوں کی بے بسی اور خود اپنی مدد کرنے پر بے اختیاری کا مشاہدہ کروانے کا ارادہ کیا اور ایسا طریق کار استعمال کیا کہ وہ اپنے معبودوں کی بے بسی اور بے اختیاری کا خود اقرار کریں' اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ﴾ یعنی تمہیں لاجواب کرنے کے لئے چال کے طور پر میں ان بتوں کو توڑ دوں گا ﴿بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔'' یعنی جب اپنی کوئی عید منانے کے لئے چلے جاؤ گے۔

چنانچہ جب وہ وہاں سے چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام چپکے سے ان بتوں کے پاس گئے ﴿فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا﴾ اور ان بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ تمام بت ایک ہی بت خانے میں جمع تھے' اس لئے ان سب کو توڑ دیا۔ ﴿اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ﴾ سوائے ان کے بڑے بت کے اور اسے ایک خاص مقصد کے لئے چھوڑ دیا' جسے عنقریب اللہ تعالیٰ بیان فرمائے گا۔

ذرا اس عجیب ''احتراز'' پر غور فرمایئے کیونکہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مغضوب ہے۔ اس پر تعظیم کے الفاظ کا اطلاق صحیح نہیں سوائے اس صورت میں کہ تعظیم کی اضافت تعظیم کرنے والوں کی طرف ہو۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آپ جب زمین کے مشرک بادشاہوں کی طرف خط لکھتے تو اس طرح مخاطب فرماتے: «اِلٰى عَظِيْمِ الْفُرْسِ اَوْ اِلٰى عَظِيْمِ الرُّوْمِ» یعنی ''اہل فارس کے بڑے کی طرف یا اہل روم کے بڑے کی طرف'' اور (اِلَى الْعَظِيْمِ) ''یعنی بڑی ہستی کی طرف'' جیسے الفاظ استعمال نہیں فرمائے۔

یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ﴾ ''ان کے بڑے بت کو چھوڑ دیا۔'' اور یہ نہیں فرمایا (كَبِيْرًا مِّنْ اَصْنَامِهِمْ) ''ان کے بتوں میں سے بڑے بت کو'' پس یہ بات اس لائق ہے کہ آدمی اس پر متنبہ رہے اور اس ہستی کی تعظیم سے احتراز کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حقیر قرار دیا ہے۔ البتہ اس تعظیم کی اضافت ان لوگوں کی طرف کی جا سکتی ہے جو اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

﴿لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ﴾ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ان کے اس بڑے بت کو چھوڑ دیا تا کہ وہ اس کی طرف

رجوع کریں اور آپ کی حجت و دلیل سے زچ ہو کر اس حجت کی طرف التفات کریں اور اس سے روگردانی نہ کریں اسی لئے آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا: ﴿فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ﴾ ''پس انہوں نے اپنے دل میں غور کیا۔''

جب انہوں نے اپنے معبودوں کی اہانت اور رسوائی دیکھی تو کہنے لگے: ﴿مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔'' انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ظالم کہا' حالانکہ وہ خود اس صفت کے زیادہ مستحق ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو توڑا اور آپ کا ان بتوں کو توڑنا آپ کے بہترین مناقب میں سے ہے' نیز آپ کے عدل اور آپ کی توحید پر دلالت کرتا ہے۔ ظالم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان بتوں کو معبود بنا لیا تھا' حالانکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کے معبودوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ ﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ﴾ یعنی جوان بتوں کی عیب چینی اور مذمت کرتا تھا۔ جس کا یہ حال ہے یقیناً اسی نے ان بتوں کو توڑا ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان بتوں کے خلاف چال چلنے کی بات کر رہے تھے تو ان مشرکین میں سے کسی نے سن لیا ہو۔

جب ان کے سامنے یہ بات متحقق ہوگئی کہ یہ سب کچھ ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے ﴿قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ﴾ تو کہنے لگے ابراہیم کو لے کر آؤ ﴿عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ﴾ یعنی لوگوں کے سامنے ﴿لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ﴾ یعنی جس شخص نے ان کے معبودوں کو توڑا ہے اس کے ساتھ ہونے والے سلوک کے وقت لوگ موجود ہوں اور یہی بات ابراہیم علیہ السلام چاہتے تھے اور یہی ان کا مقصد تھا کہ لوگوں کے بھرے مجمع میں حق ظاہر ہو لوگ حق کا مشاہدہ کریں اور ان پر حجت قائم ہو جائے' جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اس وقت کہا تھا جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کو مقابلے کے لئے ایک دن مقرر کرنے کے لئے کہا تھا' چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى﴾ (طٰہ: ٥٩/٢٠) ''تمہارے لئے جشن کا دن مقرر ہوا چاشت کے وقت لوگوں کو اکٹھا کیا جائے۔''

جب لوگ اکٹھے ہو گئے اور ابراہیم علیہ السلام کو بھی حاضر کیا گیا تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا ﴿ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا﴾ ''کیا تو نے یہ کیا ہے؟'' یعنی بتوں کو توڑا ہے ﴿بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾ یہ استفہام تقریری ہے یعنی اس اقدام کی تجھے کیسے جرأت ہوئی؟

ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے بھرے مجمع میں جواب دیا ﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ یعنی اس بڑے بت نے ناراض ہو کر ان کو توڑا ہے کیونکہ اس کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی جاتی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ عبادت صرف تمہارے اس بڑے بت کی ہو۔ اس سے ابراہیم علیہ السلام کا مقصد الزامی جواب اور حجت قائم کرنا تھا' اس لئے فرمایا: ﴿فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''ان سے پوچھو اگر یہ بول سکتے ہیں۔'' یعنی ان ٹوٹے ہوئے بتوں سے پوچھو کہ ان کو کیوں توڑا گیا؟ اور جس بت کو نہیں توڑا گیا' اس سے پوچھو کہ اس نے ان بتوں کو کیوں توڑا؟ اگر وہ بول سکتے

ہیں تو تمہیں جواب دیں...... میں، تم اور ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ بت بول سکتے ہیں نہ کلام کر سکتے ہیں، کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ بلکہ اگر کوئی ان کو نقصان پہنچانا چاہے تو یہ خود اپنی مدد کرنے پر بھی قادر نہیں۔

﴿ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ ”پس وہ اپنے آپ ہی کی طرف لوٹے۔“ یعنی ان کی عقل ان کی طرف لوٹی اور انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ ان بتوں کی عبادت کر کے گمراہی میں مبتلا تھے اور انہوں نے اپنے ظلم اور شرک کا اقرار کر لیا۔

﴿ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ ”اور کہنے لگے، تم ہی ظالم ہو۔“ پس اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد حاصل ہو گیا اور ان کے اس اقرار کے ساتھ، کہ ان کا موقف باطل اور ان کا فعل کفر اور ظلم ہے، ان پر حجت قائم ہو گئی۔

مگر وہ اس حالت پر قائم نہ رہ سکے بلکہ ﴿ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ﴾ ”اوندھے ہو گئے اپنے سروں کے بل۔“ یعنی ان کا معاملہ بدل گیا ان کی عقل اوندھی ہو گئی اور ان کے خواب پریشان ہو گئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے: ﴿ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴾ تم کیسے ہمارے ساتھ ٹھٹھا اور تمسخر کر رہے ہو اور ہمیں کہہ رہے ہو کہ ہم ان بتوں سے پوچھ لیں حالانکہ تو جانتا ہے کہ یہ بول نہیں سکتے؟

اس پر ابراہیم علیہ السلام نے ان کی زجر و توبیخ اور علی الاعلان ان کے شرک اور عبادت کے لئے ان کے خداؤں کے عدم استحقاق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴾ ”کیا جو کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ کوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو؟“

﴿ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ”تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم، اللہ کو چھوڑ کر، عبادت کرتے ہو۔“ یعنی تم کتنے گمراہ، تمہاری تجارت کتنی گھاٹے کی تجارت اور تم اور تمہارے معبود جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کتنے گھٹیا ہو۔ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ کیا تم عقل نہیں رکھتے کہ صورتحال کو پہچان سکو؟ چونکہ تم نے عقل سے عاری ہونے کی بنا پر جانتے بوجھتے، جہالت اور گمراہی کا ارتکاب کیا ہے اس لئے جانوروں کا حال تمہارے حال سے کہیں بہتر ہے۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے ان کو لاجواب کر دیا، اور وہ اپنی دلیل کو واضح نہ کر سکے تو آپ کو سزا دینے کے لئے قوت استعمال کی، چنانچہ وہ کہنے لگے: ﴿ حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴾ یعنی اسے بدترین طریقے سے قتل کرو، اپنے معبودوں کی حمایت اور تائید میں، اسے آگ میں ڈال دو...... ان کیلئے ہلاکت ہے، وہ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ ان کے معبود ان کی مدد کے محتاج ہیں، پھر بھی انہوں نے بے بس ہستیوں کو معبود بنا لیا۔ پس جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی مدد فرمائی اور آگ کو حکم دیا: ﴿ يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴾ اے آگ! ”ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔“ اور آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی اذیت اور کوئی گزند نہ پہنچی۔

﴿ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا ﴾ ''انہوں نے ابراہیم کے ساتھ برا چاہا۔'' یعنی ان کو جلانے کا ارادہ کیا ﴿ فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴾ ''پس ہم نے انہی کو نقصان اٹھانے والوں میں سے کر دیا۔'' یعنی دنیا و آخرت میں ان کو گھاٹا کھانے والوں میں شامل کر دیا اور اس کے برعکس خلیل علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو نفع اٹھانے اور فلاح پانے والے لوگوں میں شامل کر دیا۔

﴿ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا ﴾ ''اور ہم نے اسے اور لوط کو نجات دی۔'' اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام پر حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی شخص ایمان نہ لایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کفار سے نجات دی اور وہ ہجرت کر گئے ﴿ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکت رکھی ہے۔'' اس سے مراد ملک شام ہے، یعنی وہ اپنی قوم کو ''بابل'' یعنی عراق میں چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ ﴿ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ ﴾ (الصّٰفّٰت:٣٧/٩٩) ''انہوں نے کہا، میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔''

سرزمین شام کی برکتوں میں سے چند یہ ہیں کہ بہت سے انبیاء کرام یہیں پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت خلیل علیہ السلام کی ہجرت کے لئے چن لیا اور اللہ تعالیٰ کے تین مقدس گھروں میں ایک گھر یہیں واقع ہے یعنی بیت المقدس۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ ﴾ ''اور ہم نے عطا کیے اسے۔'' جب وہ اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کر کے ہجرت کر گئے ﴿ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾ ''اسحاق اور یعقوب بن اسحاق علیہما السلام'' ﴿ نَافِلَةً ﴾ ''مزید'' یعنی ابراہیم علیہ السلام کے بوڑھا ہو جانے کے بعد، جبکہ ان کی بیوی بھی بانجھ تھی۔ فرشتوں نے ان کو اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ ﴿ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴾ (هود:١١/٧١) ''اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔'' اور یعقوب سے مراد حضرت اسرائیل علیہ السلام ہیں جو ایک بہت بڑی امت کے جد امجد ہیں اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام، فضیلت والی امت عربی کے جد امجد ہیں۔ اولین و آخرین کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کی نسل میں سے ہیں۔

﴿ وَكُلًّا ﴾ ''اور ہر ایک کو۔'' یعنی ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو ﴿ جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴾ ''ہم نے نیک بنایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کو قائم کرنے والے۔ ان کی صالحیت میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رہبر و راہنما بنایا جو اس کے حکم سے راہنمائی حاصل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ راہنما ہو اور لوگ اس کی راہنمائی میں راہ راست پر گامزن ہوں...... چلنے والے ان کی راہنمائی میں چلتے تھے اور ان کی راہنمائی کی یہ نعمت اس سبب سے عطا ہوئی کہ وہ صابر تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین رکھتے تھے۔

﴿ يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ﴾ یعنی ہمارے دین کے ذریعے سے لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے۔ وہ ان کو اپنی خواہشات نفس کے مطابق حکم نہیں دیتے تھے بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی رضا کی اتباع ہی کا حکم دیتے تھے اور بندہ اس وقت تک امامت کے رتبے پر فائز نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف دعوت نہ دے۔ ﴿ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ ﴾ ''اور ہم نے ان کی طرف وحی کی نیک کاموں کے کرنے کی۔'' وہ خود بھی ان نیک کاموں کو سرانجام دیتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دیتے تھے۔ یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق تمام نیک کاموں کو شامل ہے۔

﴿ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ﴾ ''اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی۔'' یہ عام پر خاص کے عطف کے باب سے ہے کیونکہ ان دونوں عبادات کو باقی تمام عبادات پر شرف اور فضیلت حاصل ہے' نیز اس لئے بھی کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان عبادات کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اس نے دین کو قائم کر لیا اور جس نے ان دونوں عبادات کو ضائع کر دیا' اس سے ان کے علاوہ دیگر امور کو ضائع کرنے کی زیادہ توقع کی جاسکتی ہے' نیز نماز ان عملوں میں سب سے افضل عمل ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے حق پر مبنی ہیں اور زکوۃ ان عملوں میں سب سے افضل عمل ہے جن میں اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرنے کا پہلو پایا جاتا ہے۔ ﴿ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴾ ''اور وہ ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔'' یعنی وہ ہمیشہ اپنے تمام اوقات میں قلبی' قولی اور بدنی عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ پس وہ اس بات کے مستحق ہو گئے کہ عبادت ان کا وصف بن جائے' چنانچہ وہ اس صفت سے متصف ہو گئے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو متصف ہونے کا حکم دیا اور جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو پیدا کیا۔

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ

اور لوط کو، دیا ہم نے اسے حکم اور علم' اور نجات دی ہم نے اسے اس بستی سے وہ جو کرتے تھے (اس کے باشندے) کام

الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾ۙ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ

ناپاک' بلاشبہ وہ تھے لوگ برے، نافرمان ○ اور داخل کیا ہم نے اس (لوط) کو اپنی رحمت میں' بے شک وہ

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ۧ رکوع ۵

صالح لوگوں میں سے تھا ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول لوط علیہ السلام کی مدح وثناء ہے کہ وہ شریعت کا علم رکھتے تھے' نیز یہ کہ وہ لوگوں کے درمیان صواب اور راستی کے ساتھ فیصلے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے انہیں ان کی بدکاریوں اور فواحش سے روکتے تھے۔ پس وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے ان کی دعوت پر لبیک نہ کہی۔ تو اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے

ان کی بستیوں کو تلپٹ کر دیا ﴿ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴾ کیونکہ وہ بڑے ہی برے اور فاسق لوگ تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے داعی کو جھٹلایا اور انہیں ملک بدر کرنے کی دھمکی دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات اس بستی سے دور نکل جائیں، چنانچہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے دور نکل گئے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی وجہ سے ہوا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ﴾ ''اور ہم نے اس کو داخل کر لیا اپنی رحمت میں۔'' اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے وہ ان لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے جو ہر قسم کے خوف سے مامون ہیں، جو ہر قسم کی بھلائی، سعادت، نیکی، مسرت اور مدح و ثنا سے بہرہ ور ہیں۔ یہ اس لیے کہ لوط علیہ السلام ان صالحین میں سے ہیں، جن کے اعمال درست اور احوال پاک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام فاسد امور کو درست فرما دیا اور بندے کا درست ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں اس کے داخل ہونے کا سبب ہے جیسے بندے کا فاسد ہونا اس کے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور خیر سے محروم ہونے کا سبب ہے۔

صالحیت کے اعتبار سے انبیاء کرام علیہم السلام سب سے بڑے لوگ ہیں اس لئے صالحیت کے ساتھ ان کا وصف بیان فرمایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا مانگی: ﴿ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ (النمل: ١٩/٢٧) ''مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں شامل کر۔''

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ

اور یاد کیجیے نوح کو جب اس نے پکارا تھا اس سے پہلے پس قبول کی ہم نے (دعا) اسکی اور نجات دی ہم نے اسے اور اسکے اہل (مومنوں) کو غم سے

الْعَظِيْمِ ۝٧٦ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا

جو بہت بڑا تھا ○ اور مدد کی ہم نے اس کی اس قوم کے خلاف جنہوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو، بلاشبہ وہ تھے

قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٧٧

لوگ برے، پس غرق کر دیا ہم نے ان کو سب کو ○

ہمارے بندے اور رسول نوح (علیہ السلام) کی مدح و ثنا بیان کرتے ہوئے ان کا ذکر کیجیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی طرف مبعوث فرمایا اور وہ ان کے اندر ساڑھے نو سو سال رہے، ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے رہے، انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے روکتے رہے، بار بار انہیں کھلے چھپے اور شب و روز اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا، تو انہوں نے اپنے رب کو پکارا اور دعا کی۔ ﴿ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ

تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ (نوح: ۷۱/۲۶،۲۷) ”اے میرے رب! روئے زمین پر کسی کافر کو آباد نہ رہنے دے اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور فاجر اور کافر اولاد ہی کو جنم دیں گے۔“ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرما لیا اور ان کو سیلاب میں غرق کر دیا، ان میں سے ایک شخص کو بھی زندہ باقی نہ چھوڑا۔ صرف نوح علیہ السلام ان کی ذریت اور مومنین باقی رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ٹھٹھا کرنے والی قوم کے خلاف ان کی مدد فرمائی۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ

اور (یاد کیجیے) داود اور سلیمان کو جس وقت فیصلہ کر رہے تھے وہ دونوں کھیتی کی بابت جب کہ رات کو چر گئی تھیں اسمیں بکریاں ایک قوم کی،

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫

اور تھے ہم انکے فیصلہ کرنے کے وقت حاضر ○ پس سمجھا دیا ہم نے وہ (فیصلہ) سلیمان کو، اور ہر ایک کو دیا ہم نے حکم اور علم،

وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ

اور تابع کیے تھے ہم نے ساتھ داود کے پہاڑ، وہ تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی (تابع کیے) اور تھے ہم ہی کرنیوالے ○ اور سکھائی ہم نے اسے کاریگری

لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

لباس (زرہیں) بنانے کی تمہارے لیے، تاکہ وہ (لباس) حفاظت کرے تمہاری تمہاری لڑائی سے تو کیا تم شکر کرنیوالے ہو؟ ○ اور سلیمان کیلئے ہوا

عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ

تند و تیز (تابع کر دی ہم نے)، وہ چلتی تھی اسکے حکم سے طرف اس سرزمین کی وہ جو برکت دی تھی ہم نے اسمیں، اور تھے ہم ہر چیز کو

عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ

جاننے والے ○ اور کچھ شیطان بھی (ہم نے اسکے تابع کر دیئے تھے) وہ جو غوطہ لگاتے تھے اس کیلئے اور کرتے تھے (اور بھی) کئی کام سوائے اسکے

وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

اور تھے ہم ہی انکی حفاظت کرنیوالے ○

ہمارے دو انبیائے کرام سلیمان اور داود علیہما السلام کا مدح و ثنا کے ساتھ ذکر کیجیے جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں کو وسیع علم سے نوازا اور انہیں بندوں کے درمیان فیصلے کرنے کی صلاحیت بخشی اور اس کی دلیل یہ ہے۔ ﴿اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ﴾ یعنی جب ایک کھیتی کا مالک ان کے پاس فیصلہ کروانے کے لئے آیا جسے دوسرے لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں، یعنی رات کے وقت کھیت میں داخل ہو گئیں اور اس کے درختوں اور تمام فصل کو چر گئیں۔ اس جھگڑے میں داود علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ تمام بکریاں کھیتی کے مالک کو دے دی جائیں کیونکہ بکریوں کے مالک عام طور پر کوتاہی سے کام لیتے ہیں۔ پس اس طرح آپ نے ان کو سزا دی۔ سلیمان

علیہ السلام نے اس قضیے میں حق وصواب کے مطابق فیصلہ سنایا کہ بکریوں کے مالک اپنی بکریاں کھیتی کے مالک کے حوالے مالک کر دیں تاکہ وہ ان بکریوں کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں کے مالک اس کے باغ اور کھیت میں اس وقت تک کام کریں گے جب تک کہ باغ اپنی پہلی حالت پر نہیں آتا۔ جب باغ اپنی پہلی حالت پر واپس آ جائے تو دونوں ایک دوسرے کا مال لوٹا دیں اور ہر شخص اپنا اپنا مال لے لے۔ یہ فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کمال فہم اور فطانت پر دلالت کرتا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ﴾ یعنی ہم نے سلیمان کو اس قضیے کا فہم عطا کیا۔ یہ چیز اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ داود علیہ السلام کو کسی دوسرے قضیے کا فہم بھی عطا نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے ان دونوں کا ذکر فرمایا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مقدس ہے ﴿وَكُلًّا﴾ ''اور ہر ایک کو۔'' یعنی داود اور سلیمان علیہما السلام کو ﴿اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ ''دیا ہم نے حکم اور علم۔'' فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور علم سے ہم نے دونوں کو سرفراز کیا تھا۔

یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ حاکم جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو اس کا فیصلہ کبھی تو حق وصواب کے موافق ہوتا ہے اور کبھی اس میں اس سے خطا بھی ہو جاتی ہے۔ اگر فیصلے میں کوشش واجتہاد کے باوجود اس سے خطا ہو جائے تو وہ ملامت کا مستحق نہیں۔

پھر ان مخصوص امور کا ذکر فرمایا جن سے ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ نوازا گیا تھا۔ فرمایا: ﴿وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ﴾ ''اور تابع کر دیے ہم نے داود کے پہاڑ' وہ تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی۔'' ذکر کیا جاتا ہے کہ داود علیہ السلام سب سے زیادہ عبادت گزار اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح وتحمید کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوبصورت اور نرم آواز اور رقت عطا کی تھی جو کسی اور کو عطا نہیں ہوئی۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد وثنا بیان کرتے تو ٹھوس پتھر' گونگے پرندے اور بے شعور جانور بھی ان کے ہم زبان ہو جاتے اور یہ داوٗد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا' اس لئے فرمایا: ﴿وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ یعنی اس فعل کو کرنے والے ہم ہی تھے۔

﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کو زرہ بکتر بنانے کا علم بخشا اور حضرت داوٗد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے زرہ بکتر بنائی اور پھر اس کا علم آئندہ آنے والوں کی طرف منتقل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور ان کو زرہ بنانا سکھایا' اس میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ ﴿لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ﴾ یعنی سخت لڑائی اور جنگ میں تمہاری حفاظت کرنے والی ہے۔ ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہو جو اس نے اپنے بندے داوٗد علیہ السلام کے توسط سے تمہیں عطا کی؟ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ﴾ (النحل:١٦/٨١) ''اور تمہارے لئے ایسی پوشاک بنائی جو گرمی سے تمہاری حفاظت کرتی ہے

اور ایسی پوشاک بنائی جو جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کرتا ہے شاید کہ تم سر تسلیم خم کرو۔''

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا داود علیہ السلام کو زرہ بکتر بنانا سکھانا اور ان کے لئے لوہے کو نرم کرنا' خارق عادت امر ہو......جیسا کہ مفسرین کہتے ہیں......اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ وہ لوہے کو آگ میں پگھلائے بغیر اسی طرح استعمال میں لاتے تھے گویا کہ وہ گندھا ہوا آٹا اور گندھی مٹی ہو۔

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ عادت جاریہ کے مطابق انہیں لوہے کو استعمال میں لانا سکھایا گیا ہو۔ اللہ کی طرف سے لوہے کو نرم کرنے کی تعلیم ان معروف اسباب میں سے ہو جن کے ذریعے سے آج کل لوہا پگھلایا جاتا ہے......اور یہی راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا اور ان کو اس پر شکر کرنے کا حکم دیا اور اگر صنعت آہن گری ان امور میں سے نہ ہوتی جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تصرف کی قدرت عطا کی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر اس احسان اور اس کے فوائد کا ذکر نہ کرتا کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ داود علیہ السلام کی جن زرہوں کے بنانے کا ذکر ہے اس سے مراد متعین زرہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تو زرہ بکتر کی جنس کا ذکر کر کے اپنا احسان یاد دلایا ہے ورہ وہ احتمال جس کا ذکر اصحاب تفسیر کرتے ہیں' تو اس کی کوئی دلیل نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾ (سبا: ۳۴/ ۱۰) ''ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔'' اور اس میں یہ واضح نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوہے کو بغیر کسی سبب کے نرم کر دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ﴾ یعنی ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا ﴿عَاصِفَةً﴾ جو بہت تیز چلتی تھی۔ ﴿تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ﴾ جہاں چلنے کا اس کو حکم دیا جاتا تھا ہوا اس حکم کی اطاعت کرتی تھی۔ صبح کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی منزل تک تھا اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی منزل تک تھا۔ ﴿اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا﴾ ''اس زمین کی طرف' جس میں ہم نے برکت رکھی تھی۔'' یعنی سرزمین شام' جو سلیمان علیہ السلام کا مستقر تھا' وہ ہوا کے دوش پر مشرق و مغرب میں سفر کرتے تھے' اور ہوا کا ٹھکانا اور لوٹنا ارض مقدس کی طرف ہوتا تھا۔ ﴿وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ﴾ ہمارا علم' تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے ہم نے داود اور سلیمان (علیہما السلام) کو ان امور کی تعلیم دی جن کے ذریعے سے ہم نے ان کو اس مقام پر پہنچایا جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ ''اور جنات میں سے بھی ہم نے بہت سے ان کے تابع کر دیے تھے جو ان کے لیے غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ کئی کام کرتے تھے۔'' یہ چیز بھی سلیمان علیہ السلام کے خصائص میں شمار ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جن اور عفریت مسخر کر دیئے اور آپ کو ان پر تسلط بخشا۔ وہ آپ کے لئے بڑے بڑے کام کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے کاموں کو ان کے سوا

کوئی اور نہیں کرسکتا تھا۔ ان میں کچھ جن وہ تھے جو سمندر میں غوطہ لگاتے اور اس کی تہہ سے موتی نکالتے تھے اور کچھ وہ تھے جو ان کے لئے ﴿ مَحَارِيبَ وَ تَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ﴾ (سبا: ١٣/٣٤) ''اونچی محرابیں (عمارتیں) تصویریں، بڑے بڑے حوض کی مانند لگن اور اپنی جگہ پر جمی ہوئی بڑی بڑی دیگیں'' بناتے تھے۔ اور ان میں سے ایک گروہ کو بیت المقدس کی تعمیر کے لئے مسخر کر رکھا تھا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے وفات پائی تو جن بیت المقدس کی تعمیر میں مصروف تھے آپ کی وفات کے بعد ایک سال تک یہ کام کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو آپ کی وفات کا علم ہو گیا جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

﴿ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴾ ''اور ہم ان کی حفاظت کرنے والے تھے۔'' یعنی وہ سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی پر قادر نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت، غلبہ اور تسلط کے ذریعے سے ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا مطیع کر رکھا تھا۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾

اور (یاد کیجئے) ایوب کو جب پکارا تھا اس نے اپنے رب کو کہ بیشک پہنچی ہے مجھے تکلیف، اور تو زیادہ رحم کرنے والا ہے سب رحم کرنے والوں سے ○

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

پس قبول کی ہم نے (دعا) اسکی پھر ہٹا دی ہم نے جو کچھ کہ تھی اسے کوئی تکلیف اور دیا ہم نے اسے اہل (کنبہ) اسکا اور مثل انکے اور لوگ بھی ساتھ انکے

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾

رحمت کرتے ہوئے اپنی طرف سے اور نصیحت ہے عبادت کرنے والوں کے لئے ○

یعنی ہمارے بندے اور رسول ایوب (علیہ السلام) کا تعظیم وثنا اور ان کی قدر و منزلت بڑھاتے ہوئے ذکر کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک نہایت ہی سخت آزمائش میں مبتلا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو صابر اور اپنی ذات سے راضی پایا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلا اور آزمائش کے طور پر شیطان کو آپ پر مسلط کر دیا گیا۔ شیطان نے آپ کے جسم پر پھونک ماری جس کے نتیجہ میں جسم پر بڑے بڑے پھوڑے بن گئے، وہ اس امتحان اور مصیبت میں مدت تک مبتلا رہے۔ اس دوران میں آپ کے گھر والے وفات پا گئے، آپ کا تمام مال چلا گیا تب حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا: ﴿ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ ''مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' پس انہوں نے اپنے حال کے ذکر کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اب تکلیف اپنی انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔ ان کے رب نے اپنی بے پایاں رحمت سے ان کی دعا قبول فرمائی اور فرمایا: ﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴾ (ص: ٤٢/٣٨) ''زمین پر اپنا پاؤں مار، یہ ہے ٹھنڈا پانی نہانے اور پینے کے لئے۔''

ایوب علیہ السلام نے زمین پر ایڑی ماری اور وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ آپ نے اس پانی کو پیا

اور اس سے غسل کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تکلیف دور کر دی۔

﴿وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ﴾ یعنی ہم نے ان کو ان کا مال اور اہل وعیال واپس لوٹا دیئے ﴿وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ﴾ ’’اور ان کی مثل ان کے ساتھ اور۔‘‘ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عافیت، اہل وعیال اور بہت سا مال عطا کیا ﴿رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ’’اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے۔‘‘ کیونکہ آپ نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ پر راضی رہے‘ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخروی ثواب سے پہلے دنیاوی ثواب سے سرفراز کیا۔ ﴿وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ﴾ ہم نے اس واقعہ کو عبادت گزاروں کے لئے عبرت بنا دیا جو صبر سے کام لیتے ہیں۔ اگر لوگ دیکھیں کہ ایوب علیہ السلام کس آزمائش میں مبتلا ہوئے پھر اس مصیبت کے زائل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنے بڑے ثواب سے نوازا تو صبر ہی کو اس کا سبب پائیں گے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی ان الفاظ میں مدح فرمائی۔ ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ (صٓ: ۴۴/۳۸) ’’ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا‘ وہ بہترین بندہ اور اپنے رب کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والا تھا۔‘‘ جب اہل ایمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو حضرت ایوب علیہ السلام کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے صبر کرتے ہیں۔

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ۚۖ ۸۵ وَاَدْخَلْنٰهُمْ

اور (یاد کیجئے) اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو ہر ایک (ان میں سے) تھا صبر کرنیوالوں سے ○ اور داخل کیا ہم نے انہیں

فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ ۸۶

اپنی رحمت میں، بے شک وہ تھے صالح لوگوں میں سے ○

یعنی ہمارے چنے ہوئے بندوں‘ اور انبیاء و مرسلین کو بہترین اسلوب میں یاد کیجئے اور بلیغ ترین پیرائے میں ان کی مدح و ثنا کیجئے‘ یعنی اسماعیل‘ ادریس‘ ذوالکفل اور بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیجئے۔ ﴿كُلٌّ﴾ یعنی تمام انبیاء جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے ﴿مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ صبر کرنے والے تھے۔ صبر سے مراد نفس کو اس کے طبعی میلان کی طرف مائل ہونے سے روکنا ہے اور یہ صبر تین انواع پر مشتمل ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر (یعنی اس کے حکموں کی پابندی) کرنا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے صبر کرنا (یعنی اس کے حکموں کی خلاف ورزی نہ کرنا)

۳۔ اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کرنا۔

بندہ صبر کامل کے نام کا اس وقت تک مستحق نہیں ہوتا جب تک کہ صبر کی مذکورہ تینوں اقسام کا حق ادا نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام کو صبر کی صفت کے ساتھ موصوف کیا ہے‘ لہٰذا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے صبر کی ان تینوں اقسام کو پورا کیا اور صبر کا اسی طرح التزام کیا جس طرح کرنا چاہیے تھا‘ نیز ان کو

''صلاح'' کی صفت سے موصوف فرمایا جو مشتمل ہے ''صلاحِ قلب'' پر جو اللہ تعالیٰ کی معرفت' اس کی محبت اور ہر وقت اس کی طرف انابت سے حاصل ہوتی ہے اور ''صلاحِ لسان'' پر' جس کا مطلب ہر وقت زبان کا اللہ کے ذکر سے تر رہنا ہے اور ''صلاحِ جوارح'' پر' جس کا مطلب جوارح (اعضاء) کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھنا اور نافرمانی سے ان کو روکے رکھنا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے صبر اور صلاح کی بناء پر اپنی بے پایاں رحمت کے سائے میں سمیٹ لیا' ان کو ان کے دیگر برادر انبیاء و مرسلین میں شامل کیا اور انہیں دنیاوی اور اخروی ثواب عطا کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا بڑا ثواب عطا نہ بھی کیا ہوتا تب بھی اللہ نے جو دنیا میں ان کا ذکر بلند کیا ہے اور آئندہ لوگوں میں انہیں سچی شہرت عطا کی ہے تو ان کے فضل و شرف کے لئے یہی کافی تھا۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى

اور (یاد کیجئے) مچھلی والے (یونس) کو، جب چلا گیا تھا وہ (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر، پس گمان کیا اس نے کہ ہرگز نہیں تنگی کریں گے ہم اس پر، پس پکارا اس نے

فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

اندھیروں میں یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود (مشکل کشا) مگر تو ہی' پاک ہے تو' بلاشبہ میں ہی ہوں ظالموں میں سے ○

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾

پس قبول کی ہم نے (دعا) اس کی اور نجات دی ہم نے اسے (اس) غم سے، اور اسی طرح نجات دیتے ہیں ہم مومنوں کو ○

یعنی ہمارے بندے اور رسول ذوالنون کو ذکر جمیل اور ثنائے حسن کے ساتھ یاد کریں اور ذوالنون سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں' یعنی مچھلی والے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی مگر وہ ایمان نہ لائے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو نزول عذاب کی وعید سنائی اور عذاب کے نزول کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا۔ پس جب ان پر عذاب آیا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے عذاب دیکھ لیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے اور توبہ کی' تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو ہٹا دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ (یونس: ۹۸/۱۰) ''کوئی ایسی بستی کی مثال ہے جو عذاب دیکھنے کے بعد ایمان لائی ہو اور اس کے ایمان لانے نے اس کو کوئی فائدہ دیا ہو۔ قوم یونس کے سوا۔ وہ لوگ جب ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوا کن عذاب کو ٹال دیا اور ایک مدت تک کے لئے ہم نے اس کو متاع دنیا سے بہرہ مند رکھا۔'' اور فرمایا: ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ○ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ (الصّٰفّٰت: ۳۷/۱۴۷، ۱۴۸) ''اور ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے کچھ زائد لوگوں کی طرف مبعوث کیا پس وہ ایمان لے آئے اور ہم نے ایک وقت تک ان کو متاع دنیا سے بہرہ مند رکھا۔'' یہ ایک بہت بڑی امت تھی جو

یونس علیہ السلام پر ایمان لائی۔ یہ واقعہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ مگر حضرت یونس علیہ السلام ' کسی گناہ کی بنا پر' ناراضی کی حالت میں اپنے رب سے فرار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ وہ کونسا گناہ تھا اور اس کے تعین کی ہمیں حاجت بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴿اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ (الصّٰفّٰت:٣٧/١٤٠۔١٤٢) "جب وہ فرار ہو کر ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف آیا۔ پس وہ قرعہ اندازی میں شامل ہوا اور ہار گیا۔ آخر مچھلی نے اس کو نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا۔" یعنی وہ قابل ملامت فعل کا ارتکاب کرنے والے تھے۔

ظاہری طور پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا جلدی کرنا' قوم پر غصہ کرنا اور ان کے پاس سے نکل بھاگنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے تھا۔ اور ان کو گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر قدرت نہیں' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس نہیں کر سکتا' یا ان کا خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نکل بھاگیں گے اور مخلوق میں سے کسی کو بھی ایسا گمان پیش آنے سے کچھ مانع نہیں مگر اس طرح کہ اس کو استقرار اور استمرار حاصل نہ ہو...... پس یونس علیہ السلام بھاگ کر کچھ لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے...... اور انہوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی کہ ان میں سے کس کو سمندر میں پھینکا جائے کیونکہ انہیں خوف تھا کہ اگر سب کشتی میں رہے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا اور ان کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔ ایک بہت بڑی مچھلی ان کو نگل کر سمندر کی گہرائیوں میں لے کر چلی گئی۔ سمندر کی ان تاریکیوں میں حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا:﴿لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو پاک ہے میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔"

پس حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ کی کامل الوہیت کا اقرار کیا' اس کی ذات مقدس کو ہر نقص' ہر عیب اور ہر آفت سے منزہ اور پاک قرار دیا اور اپنے ظلم و جرم کا اعتراف کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت:٣٧/١٤٣'١٤٤) "اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا۔"

اسی لئے یہاں فرمایا:﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ﴾ "ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی۔" یعنی اس مصیبت سے نجات دی جس میں وہ مبتلا ہو گئے تھے۔﴿كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔" یہ ہر اس مومن کے لئے وعدہ اور بشارت ہے جو کسی مصیبت اور غم میں مبتلا ہو جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات دے گا' اس کے ایمان کے سبب سے اس کی مصیبت کو دور کر دے گا۔ جیسا کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝٨٩

اور (یاد کیجئے) زکریا کو، جب پکارا تھا اس نے اپنے رب کو، اے میرے رب! نہ چھوڑ تو مجھے تنہا اور تو ہی ہے سب سے بہترین وارث ۝

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۚ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا
پس قبول کی ہم نے (دعا) اس کی، اور عطا کیا ہم نے اسے یحییٰ اور درست کر دیا ہم نے اس کیلئے اسکی بیوی کو، بیشک وہ (انبیاء) تھے
يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝۹۰
جلدی کرتے نیکی کے کاموں میں اور پکارتے تھے ہمیں رغبت کرتے اور خوف کھاتے ہوئے، اور تھے وہ ہمارے لیے عاجزی کرنیوالے ○

یعنی ہمارے بندے اور رسول زکریا علیہ السلام کو اس کی تعریف و تعظیم کے ساتھ اور ان مناقب و فضائل کا ذکر کرتے ہوئے یاد کیجیے۔ ان جملہ فضائل میں یہ عظیم منقبت بھی شامل ہے کہ انہوں نے مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوئی۔ زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا: ﴿ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا ﴾ ''اے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑنا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ سے کہا: ﴿ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَاۗىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ○ وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَاۗءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ○ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ڰ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴾ (مریم: ۱۹/ ۴۔۶) ''اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور پڑ گئیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا۔ اے میرے رب! میں تجھ سے دعا مانگ کر کبھی نامراد نہیں رہا۔ مجھے اپنے پیچھے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے تو اپنی عنایت سے مجھے ایک وارث عطا کر جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! تو اسے ایک پسندیدہ انسان بنا۔''

ان آیات کریمہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے لئے کوئی آپ کا قائم مقام نہ ہو گا' نیز یہ کہ حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت تنہا تھے کوئی ان کا خلف رشید نہ تھا جو دعوت میں ان کی اعانت کرتا۔

﴿ وَاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴾ یعنی تو باقی رہنے والوں میں سب سے بہتر ہے اور بھلائی میں میرے کسی خلف رشید سے بہتر ہے اور تو اپنے بندوں کے ساتھ مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن اور نفس کو سکون حاصل ہو اور میرے لئے اس کا ثواب جاری رہے۔

﴿ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى ﴾ ''پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا۔'' جو ایسا مکرم نبی ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس نام کا کوئی شخص نہیں کیا ﴿ وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ﴾ ''اور ہم نے درست کر دیا اس کے لیے اس کی بیوی کو۔'' یعنی حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھیں اور ان کا رحم بچہ پیدا کرنے کے قابل نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی خاطر ان کے رحم کو درست کر کے اسے حمل کے قابل بنا دیا۔ نیک ساتھی اور ہم نشین کے فوائد میں سے ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے لئے بابرکت ہوتا ہے۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام

ماں باپ میں (برکت کے لئے) مشترک ہو گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تمام انبیاء ومرسلین کا فرداً فرداً ذکر کرنے کے بعد ان سب کو عمومی مدح وثنا سے نوازا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾ یعنی وہ نیکیوں میں سبقت کرتے تھے' اوقات فاضلہ میں نیکیاں کرتے تھے اور ان کی تکمیل اس طریقے سے کرتے تھے جو ان کے لائق اور ان کے لئے مناسب ہو۔ وہ مقدور بھر کسی فضیلت کو نہ چھوڑتے تھے اور فرصت کو غنیمت جانتے تھے۔ ﴿وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا﴾ یعنی ہم سے دنیا وآخرت کے مرغوب امور کا سوال کرتے تھے اور دنیا وآخرت کے ضرر رساں' خوفناک امور سے ہماری پناہ طلب کرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت رکھتے تھے' وہ غافل اور کھیل کود میں ڈوبے ہوئے تھے نہ اللہ تعالیٰ کے حضور گستاخی اور جرأت کرتے تھے۔ ﴿وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ یعنی ہمارے سامنے خشوع' تذلل اور انکساری کا اظہار کرتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنے رب کی کامل معرفت رکھتے تھے۔

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

اور (یاد کیجئے) اس عورت کو جس نے حفاظت کی تھی اپنی شرمگاہ کی، پس پھونکی ہم نے اس میں اپنی روح، اور بنایا ہم نے اسے اور اسکے بیٹے (عیسیٰ) کو (عظیم) نشانی

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾

جہان والوں کے لئے O بلاشبہ یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں، سو تم میری ہی عبادت کرو O

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ ع ٦

اور ٹکڑے ٹکڑے کر لیا انہوں نے اپنا کام آپس میں (وہ) سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں O پس جو شخص عمل کرے نیک

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾

جبکہ وہ مومن ہو تو نہیں انکار کیا جائے گا اس کی کوشش کا اور بے شک ہم ہیں اس کے لیے لکھنے والے O

یعنی مریم علیہا السلام کا' ان کی مدح وثنا کے ساتھ' ان کی قدر ومنزلت کا بیان اور ان کے فضل وشرف کا اعلان کرتے ہوئے' ذکر کیجئے! فرمایا: ﴿وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ یعنی جس نے حرام کے قریب جانے سے بلکہ حلال سے بھی اپنی شرمگاہ کو بچائے رکھا۔ پس مریم علیہا السلام نے ہمہ وقت عبادت میں مشغول اور اپنے رب کی خدمت میں مستغرق رہنے کی وجہ سے شادی نہیں کی تھی۔ جب حضرت جبریل علیہ السلام ایک کامل اور خوبصورت مرد کی شکل میں مریم علیہا السلام کے پاس آئے تو آپ کہنے لگیں: ﴿اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا﴾ (مریم: ١٩/ ١٨) ''میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں' اگر تو اللہ سے ڈرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو ان کے عمل کی جنس ہی سے اس کا بدلہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے ایک بیٹے سے نوازا۔ جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہر گیا

﴿وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور کردیا ہم نے اس کو اور اس کے بیٹے کو نشانی جہانوں کے لیے۔'' کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کو بغیر کسی مرد کے چھوئے حمل ٹھہرا اور پھر بیٹے کو جنم دیا اور اس بیٹے نے گہوارے میں کلام کیا اور بہتان طراز آپ پر جو تہمت لگاتے تھے اس سے مریم علیہا السلام کی براءت کا اعلان کیا اور اسی حالت میں انہوں نے اپنے بارے میں آگاہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرمائے جو کہ سب کو معلوم ہیں۔

حضرت مریم اور ان کا فرزند ارجمند علیہ السلام تمام جہانوں کے لئے ایک نشانی بن گئے لوگ نسل در نسل اس واقعے کو بیان کرتے اور اس سے عبرت حاصل کرتے چلے آرہے ہیں۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا تو لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ یہ تمام انبیاء و مرسلین جن کا ذکر گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے وہ تمہاری امت اور تمہارے امام ہیں جن کی راہنمائی میں تم ان کے طریقے کی پیروی کرتے ہو۔ ان سب کا دین ایک' سب کا راستہ ایک اور سب کا رب ایک ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَّاَنَا رَبُّكُمْ﴾ میں تمہارا رب ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا اور دین و دنیا میں اپنی نعمت کے ذریعے سے تمہاری پرورش کی۔

جب تمہارا رب ایک' تمہارا نبی ایک اور تمہارا دین ایک' یعنی عبادت کی تمام انواع کے ذریعے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا..... تو تمہارا وظیفہ اور تم پر فرض ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو' اس لئے فرمایا: ﴿فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''پس تم میری ہی عبادت کرو۔'' پس حرف ''فاء'' کے ذریعے سے اس جملے کو گزشتہ مضمون کے ساتھ اس طرح مرتب کیا جس طرح مسبب سبب پر مترتب ہوتا ہے۔

مناسب یہی تھا کہ اس امر پر سب کا اتفاق اور اجتماع ہوتا اور اس میں تفرق اور تشتت نہ ہوتا مگر ظلم اور زیادتی سے افتراق اور تشتت پیدا ہو کر ہی رہا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ﴾ یعنی انبیائے کرام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے' فرقوں میں تقسیم اور تشتت کا شکار ہو گئے۔ ان میں ہر فرقہ دعویٰ کرتا تھا کہ حق اس کے ساتھ ہے اور دوسرا فرقہ باطل پر ہے۔ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ (الروم: ٣٠/٣٢) ''ہر ایک گروہ ان باتوں پر جو ان کے پاس ہیں خوش ہے'' اور یہ بات معلوم ہے کہ ان میں سے راہ صواب پر صرف وہی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی اتباع کرتے ہوئے دین قویم اور صراط مستقیم پر گامزن ہے...... اور یہ حقیقت اس وقت ظاہر ہو گی جب پردہ ہٹ جائے گا اور اصلیت سامنے آجائے گی اور اللہ تعالیٰ فیصلوں کے لیے تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا تب اس وقت صاف نظر آئے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون' اس لئے فرمایا: ﴿كُلٌّ﴾ تمام فرقوں میں سے ہر فرقہ ﴿اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ﴾ ہماری ہی طرف لوٹے گا اور ہم اسے پوری پوری جزا دیں گے۔

پھر منطوق اور مفہوم کے اسلوب میں' اس جزا کی تفصیل بیان کی' فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ﴾ یعنی

ایسے عمل کئے جن کو انبیائے کرام نے مشروع کیا اور کتب الٰہیہ نے ان کی ترغیب دی۔ ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو۔ ﴿فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ﴾ یعنی ہم اس کی کوششوں کو ضائع کریں گے نہ باطل کریں گے بلکہ اس کو کئی گنا بڑھا کر اجر عطا کریں گے۔ ﴿وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾ یعنی ہم اس کی کوشش کو لوح محفوظ اور ان صحیفوں میں لکھنے والے ہیں جو کراماً کاتبین کے پاس ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کوئی نیک کام کرے اور وہ مومن نہ ہو تو وہ ثواب آخرت سے محروم اور اپنے دین و دنیا میں خائب و خاسر ہوگا۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾

اور لازم ہے اوپر اس بستی (والوں) کے کہ ہلاک کیا ہم نے اسے، بے شک وہ نہیں واپس لوٹیں گے ○

یعنی ان بستیوں کا، جنہیں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالا گیا، اپنی کوتاہیوں کی تلافی کی خاطر اس دنیا میں واپس لوٹنا ممکن نہیں، پس ان کے لئے واپس لوٹنے کا کوئی راستہ نہیں جنہیں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے مخاطبین کو ان اعمال پر جمے رہنے سے ڈرنا چاہیے جو ہلاکت کا باعث بنتے ہیں...... مبادا کہ یہ اعمال انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اور اس وقت اس ہلاکت سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔ اس لیے تلافی اور استدراک کے وقت اس قسم کے کاموں سے باز آ جانا چاہیے۔

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ

یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوں گے ○ اور قریب آ پہنچے گا

الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا

وعدہ سچا (قیامت کا)، پس ناگہاں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی آنکھیں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا (اور وہ کہیں گے) ہائے ہماری کم بختی! تحقیق تھے ہم

فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾

غفلت میں اس (قیامت) سے، بلکہ تھے ہم ہی ظالم ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے لئے تحذیر ہے کہ وہ اپنے کفر اور معاصی پر جمے نہ رہیں۔ یاجوج و ماجوج کے کھلنے کا وقت قریب ہے اور یاجوج و ماجوج بنی آدم کے دو قبیلوں کا نام ہے۔ جب ذوالقرنین سے ان کے فساد فی الارض کا شکوہ کیا گیا تو اس نے درے کو دیوار کے ذریعے بند کر کے ان کا راستہ مسدود کر دیا۔ آخری زمانے میں یہ درہ کھل جائے گا اور وہ اس طرح لوگوں کی طرف نکلیں گے جیسے اللہ نے یہاں ذکر فرمایا ہے کہ وہ نہایت تیزی سے ہر ٹیلے سے نیچے اترتے نظر آئیں گے۔ یہ آیت کریمہ ان کی کثرت اور نہایت تیزی کے ساتھ ان کے زمین میں پھیل جانے پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی نقل و حرکت میں سرعت، یا تو اس وجہ سے ہوگی کہ وہ جسمانی اعتبار سے

نہایت پھرتیلے اور سریع الحرکت ہوں گے یا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ان اسباب کی وجہ سے، جو دور کی مسافتوں کو قریب اور آسان کر دیں گے۔ وہ لوگوں پر قہر بن کر ٹوٹیں گے اور اس دنیا میں ان پر غالب آ جائیں گے، نیز یہ کہ کسی کے اندر ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

﴿ وَاقۡتَرَبَ الۡوَعۡدُ الۡحَقُّ ﴾ "اور قریب آ لگے گا برحق وعدہ۔" یعنی قیامت کا دن، جس کے آنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر کھا ہے اور اس کا وعدہ سچا اور برحق ہے۔ پس اس روز گھبراہٹ، خوف اور دہلا دینے والے زلزلوں سے کفار کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی کیونکہ انہیں اپنے جرائم اور گناہوں کا علم ہوگا۔ وہ موت کو پکاریں گے اور اپنی کوتاہیوں پر ندامت اور حسرت کا اظہار کریں گے، کہیں گے: ﴿ قَدۡ كُنَّا فِيۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا ﴾ "ہم اس عظیم دن سے غافل تھے" پس دنیا کے لہو و لعب میں مستغرق رہے حتیٰ کہ فرشتہ اجل آ گیا اور ہم قیامت کی گھاٹی میں اتر گئے۔ اگر کوئی حسرت و ندامت کی وجہ سے مر سکتا تو وہ ضرور مرتے۔ وہ کہیں گے ﴿ بَلۡ كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴾ "بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔" وہ اپنے ظلم اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا اعتراف کریں گے۔ اس وقت حکم دیا جائے گا کہ انہیں اور ان کے ان معبودوں کو جہنم میں جھونک دو جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اس لئے فرمایا:

اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنۡتُمۡ لَهَا وٰرِدُوۡنَ ﴿۹۸﴾

بلاشبہ تم اور وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے سوائے اللہ کے، ایندھن ہو گے جہنم کا تم اس میں وارد ہونے والے ہو ○

لَوۡ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوۡهَا ؕ وَكُلٌّ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمۡ فِيۡهَا

اگر ہوتے یہ (واقعی) معبود تو نہ وارد ہوتے اس جہنم میں، اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ ان کے لئے اس میں

زَفِيۡرٌ وَّهُمۡ فِيۡهَا لَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ

چیخنا چلانا ہوگا اور وہ اس میں (کچھ) نہ سنیں گے ○ بے شک وہ لوگ کہ پہلے سے ٹھہر چکی ہے ان کیلئے ہماری طرف سے نیکی، وہ لوگ

عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا ۚ وَهُمۡ فِيۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ

اس سے دور رکھے جائیں گے ○ نہیں سنیں گے وہ آہٹ تک اسکی، اور وہ ان (نعمتوں) میں کہ جنہیں چاہیں گے نفس انکے

خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ؕ

ہمیشہ رہیں گے ○ نہیں غمگین کرے گی انہیں گھبراہٹ بڑی اور ملیں گے ان کو فرشتے (یہ کہتے ہوئے کہ)

هٰذَا يَوۡمُكُمُ الَّذِيۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾

یہ ہے تمہارا دن وہ جو تھے تم (اس کا) وعدہ دیئے جاتے ○

یعنی اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت کرتے ہو ﴿ حَصَبُ جَهَنَّمَ ﴾ تم سب جہنم کا ایندھن ہو ﴿ اَنۡتُمۡ لَهَا وٰرِدُوۡنَ ﴾ تمہیں اور تمہارے بتوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا۔

بتوں کو جہنم میں جھونکنے میں حکمت یہ ہے...... حالانکہ یہ پتھر ہیں، عقل وشعور نہیں رکھتے اور ان کا کوئی گناہ بھی نہیں...... کہ ان کا کذب وافترا واضح ہو جائے جنہوں نے ان بتوں کو معبود بنا رکھا تھا اور تاکہ ان کے عذاب میں اضافہ ہو۔

اس لئے فرمایا: ﴿ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ﴾ ''اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو جہنم میں کبھی داخل نہ ہوتے۔'' یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مقدس کی مانند ہے۔ ﴿ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴾ (النحل:١٦/٣٩) ''تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اس حقیقت کو واضح کر دے جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں اور تاکہ کفار جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔'' اور عابد و معبود سب ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس سے کبھی باہر نہیں نکلیں گے اور نہ جہنم سے کسی اور جگہ منتقل ہوں گے۔

﴿ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ ﴾ ''وہ جہنم میں پھنکاریں گے'' شدت عذاب کی وجہ سے ﴿ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہوں گے یا جہنم کے سخت بھڑکنے، اس کے غیظ وغضب اور اس کی پھنکار کے باعث، جہنم کی آواز کے سوا کوئی اور آواز نہیں سن سکیں گے۔

اور مشرکین کے معبودوں کا جہنم میں داخل ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ پتھر کے بت ہیں یا صرف اس شخص کو اپنی عبادت کرنے والوں کے ساتھ جہنم میں جھونکا جائے گا جو اپنی عبادت کئے جانے پر راضی تھا۔ رہے حضرت مسیح، حضرت عزیر علیہ السلام، فرشتے اور اولیاء کرام جن کی عبادت کی جاتی ہے تو ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت آتے ہیں۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ﴾ ''اور وہ لوگ کہ سبقت کر گئی ان کے لیے ہماری طرف سے بھلائی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے لئے پہلے ہی سے لوح محفوظ میں سعادت لکھ دی گئی اور دنیا میں نیک اعمال ان کے لئے آسان کر دیئے گئے ہیں۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا ﴾ ''یہ لوگ اس سے۔'' یعنی جہنم سے ﴿ مُبْعَدُوْنَ ﴾ ''دور رکھے جائیں گے۔'' پس وہ جہنم میں داخل ہوں گے نہ جہنم کے قریب جائیں گے بلکہ وہ اس سے انتہائی حد تک دور رہیں گے حتیٰ کہ اس کی آواز تک نہیں سنیں گے اور نہ اس کا نظارہ کر سکیں گے۔

﴿ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴾ یعنی وہ اپنے من چاہے ماکولات، مشروبات، بیویوں اور دلکش مناظر میں ہمیشہ رہیں گے، جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان کے طائر خیال کا گزر ہوا ہے۔ یہ نعمتیں ان کے لئے ہمیشہ رہیں گی، ان کا حسن سالہا سال گزرنے پر بھی روز افزوں ہی رہے گا۔

﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ ﴾ ''نہیں غم میں ڈالے گی انہیں بڑی گھبراہٹ۔'' یعنی جب لوگ بہت زیادہ گھبراہٹ میں ہوں گے تو انہیں کسی قسم کا قلق نہ ہوگا اور یہ قیامت کے روز ہوگا۔ جب جہنم کو قریب لایا جائے گا جہنم کفار اور نافرمان لوگوں پر سخت غضبناک ہوگی، اس بنا پر لوگ سخت گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے۔ مگر انہیں کوئی غم نہ ہو

گا کیونکہ انہیں علم ہوگا کہ وہ اللہ کے پاس کیا لے کر حاضر ہوئے ہیں' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس چیز سے مامون کر دیا ہے جس سے وہ ڈرتے تھے۔

﴿وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''اور ہاتھوں ہاتھ لیں گے ان کو فرشتے۔'' جب فرشتے ان کو ان کی قبروں سے اٹھائیں گے اور وہ نیک لوگوں کے پاس ان کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے وفد کی صورت میں آئیں گے اور ان کو مبارک دیتے ہوئے کہیں گے: ﴿هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' لہٰذا تمہیں مبارک ہو وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا ہے...... تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عزت و تکریم تمہاری منتظر ہے اس پر تمہیں بہت زیادہ خوش ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں خوفناک اور ناپسندیدہ حالات سے تمہیں محفوظ و مامون رکھا ہے اس پر تمہیں بے پایاں فرحت اور سرور ہونا چاہئے۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ

(یاد کیجئے) جس دن لپیٹیں گے ہم آسمان کو مانند لپیٹنے کاغذ کے جو لکھا ہوا ہو جس طرح پہلے پہل کی تھی ہم نے پہلی (مرتبہ) پیدائش

نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ

(اسی طرح) ہم لوٹا دیں گے اسکو، وعدہ ہے ہمارے ذمے، بلاشبہ ہم ہیں کرنے والے ○ اور البتہ تحقیق لکھی ہے ہم نے زبور میں

مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾

بعد نصیحت کے (یہ بات کہ) بے شک زمین، وارث ہوں گے اس کے میرے بندے نیک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ قیامت کے روز آسمانوں کو' ان کی عظمت اور وسعت کے باوجود' لپیٹ دے گا' جس طرح کاتب ورق کو لپیٹتا ہے یہاں (السجل) سے مراد ورق ہے جس کے اندر کچھ تحریر کیا گیا ہو۔ پس آسمان کے تمام ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔ سورج اور چاند اپنی روشنی سے محروم ہو کر اپنی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ﴾ ہم مخلوق کو دوبارہ اسی طرح پیدا کریں گے جس طرح ہم نے ان کو ابتدا میں پیدا کیا تھا۔ پس جس طرح ہم نے ان کو اس وقت پیدا کیا جب وہ کچھ بھی نہ تھے' اسی طرح ہم ان کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کریں گے۔

﴿وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ یعنی جو ہم نے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتا ہے اور کوئی چیز اس کے لئے ناممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ﴾ ''اور ہم نے لکھا زبور میں۔'' اور وہ ہے لکھی ہوئی کتاب اور اس سے مراد ہے کتب الٰہیہ' مثلاً تورات وغیرہ ﴿مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ﴾ ''ذکر (میں لکھنے) کے بعد۔'' یعنی ہم نے کتاب سابق لوح محفوظ یعنی ام الکتاب میں لکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں میں لکھ دیا۔ تمام تقدیریں ام الکتاب کے موافق واقع ہوتی ہیں

اوراس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ﴿ اَنَّ الْاَرْضَ ﴾ ''بلاشبہ زمین'' یعنی جنت کی زمین ﴿ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾ ''اس کے وارث ہوں گے میرے نیک بندے۔'' جو ماموارت کو قائم اور منہیات سے اجتناب کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جنت کا وارث بنائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا قول نقل فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ﴾ (الزمر: ۳۹/ ۷۴) ''ہر قسم کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ زمین سے مراد زمین کی خلافت ہو۔ اللہ تعالیٰ صالحین کو زمین میں اقتدار عطا کرے گا اور ان کو زمین کا والی بنائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ (النور: ۲۴/ ۵۵) ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے، جو ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے کہ وہ ان کو اسی طرح زمین کی خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی تھی۔''

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ۝۱۰۶ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰۷

بلاشبہ اس (وعظ ونصیحت) میں البتہ کفایت ہے ان لوگوں کیلئے جو عبادت کرنیوالے ہیں ○ اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کیلئے ○

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۰۸

آپ کہہ دیجئے! یقیناً وحی کیجاتی ہے میری طرف (یہ بات کہ) بلاشبہ تمہارا معبود، معبود ایک ہی ہے، پس کیا تم اسکی فرماں برداری کرنیوالے ہو؟ ○

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰی سَوَآءٍ وَاِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ

پس اگر وہ منہ موڑ لیں (اس سے) تو کہہ دیجئے! خبردار کر دیا ہے میں نے تمہیں اوپر برابری کے اور نہیں جانتا میں کہ آیا قریب ہے یا بعید

مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝۱۰۹ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ۝۱۱۰ وَاِنْ

وہ جو تم وعدہ دیئے جاتے ہو؟ ○ بیشک اللہ جانتا ہے پکار کر کہی ہوئی بات کو اور وہ جانتا ہے (اسے بھی) جو تم چھپاتے ہو ○ اور نہیں

اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۝۱۱۱ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ

جانتا میں شاید کہ وہ آزمائش ہو تمہارے لئے اور فائدہ اٹھانا ایک وقت (معین) تک ○ اس (رسول) نے کہا، اے میرے رب! فیصلہ فرما تو ساتھ حق کے،

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ۝۱۱۲ ع

النصف

اور ہمارا رب نہایت مہربان ہے، وہ جس سے مدد طلب کی جاتی ہے اوپر ان باتوں کے جو تم بیان کرتے ہو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز، قرآن کریم کی ستائش کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ قرآن کریم میں ہر چیز سے مکمل کفایت ہے اور اس سے مستغنی نہیں رہا جا سکتا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴾

”بے شک اس میں البتہ کفایت ہے عبادت گزار لوگوں کے لیے۔“ یعنی وہ اپنے رب اور اس کے عزت و تکریم کے گھر تک پہنچنے کے لئے قرآن عزیز پر اکتفاء کرتے ہیں۔ پس یہ گراں قدر کتاب ان کو جلیل ترین مقاصد اور افضل ترین مرغوبات تک پہنچاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لئے' جو سب سے زیادہ فضل و شرف کے حامل ہیں' اس سے آگے اور کوئی منزل نہیں کیونکہ قرآن ان کے رب کی' اس کے اسماء وصفات اور افعال کے ذریعے سے' معرفت کے لیے کفیل ہے اور غیب کی خبریں بیان کرنے اور حقائق ایمان اور شواہد ایقان کی دعوت کا بھی کفیل ہے' قرآن ہی تمام مامورات اور تمام منہیات کو بیان کرتا ہے' یہ قرآن ہی ہے جو نفس و عمل کے عیوب اور دین کے دقیق و جلیل معاملات میں ان راستوں کی نشاندہی کرتا ہے جن پر اہل ایمان کو گامزن رہنا چاہیے اور یہ قرآن ہی ہے جو شیطان کے راستوں پر چلنے سے بچاتا ہے اور انسان کے عقائد و اعمال میں اس کی مداخلت کے دروازوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ جسے قرآن غنی نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ اس کو غنی نہ کرے اور جس کے لئے قرآن کافی نہیں' اللہ اس کو کفایت نہ کرے۔

پھر اپنے رسول (ﷺ) کی' جو قرآن لے کر آئے' مدح بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ پس آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے اس کی رحمت کا تحفہ ہیں۔ پس اہل ایمان نے اس رحمت کو قبول کیا' اس کی قدر کی اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا اور جو آپ پر ایمان نہ لائے انہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اس کی اس رحمت اور نعمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

﴿قُلۡ﴾ اے محمد ﷺ کہہ دیجئے! ﴿اِنَّمَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ﴾ ”میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔“ جس کے سوا کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں' اس لئے فرمایا ﴿فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ﴾ یعنی کیا تم اس کی عبودیت کو اختیار اور اس کی الوہیت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہو؟...... اگر وہ ایسا کریں تو انہیں اپنے رب کی ستائش کرنی چاہیے کہ اس نے ان کو اس نعمت سے سرفراز کیا' جو تمام نعمتوں پر فوقیت رکھتی ہے۔

﴿فَاِنۡ تَوَلَّوۡا﴾ اگر وہ اپنے رب کی عبودیت سے منہ موڑ لیں تو ان کو گزری ہوئی قوموں پر نازل ہونے والے عذاب اور سزا سے ڈراؤ! ﴿فَقُلۡ اٰذَنۡتُكُمۡ﴾ یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں تمہیں آگاہ کر دیا ہے ﴿عَلٰى سَوَآءٍ﴾ ”برابری پر۔“ یعنی میں اور تم اس حقیقت کو برابر طور پر جانتے ہیں' اس لئے جب تم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا برسے تو یہ نہ کہنا ﴿مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ﴾ (المائدۃ: ١٩/٥) ”ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا آیا ہے نہ کوئی ڈرانے والا۔“ بلکہ ہم اس حقیقت سے برابر طور پر آگاہ ہیں کیونکہ میں تم کو ڈرا چکا ہوں اور تمہیں کفر کے انجام کے بارے میں آگاہ کر چکا ہوں اور میں نے تم سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔

﴿وَاِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾ یعنی جس عذاب کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے (میں نہیں جانتا کہ وہ عذاب قریب آن لگا ہے یا دور ہے) کیونکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔

﴿وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ﴾ یعنی......شاید اس عذاب میں تاخیر جس کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو، تمہارے لئے بہت بری ہے اور اگر تم ایک وقت مقرر تک اس دنیا سے متمتع ہوتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہت بڑے عذاب کا باعث ہوگا۔

﴿قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''کہا، اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے'' یعنی ہمارے اور کافروں کی قوم کے درمیان۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمالی اور اس دنیا میں ان کے درمیان فیصلہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر وغیرہ میں ان کافروں کو سزا دے دی۔ ﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ﴾ یعنی تم جو باتیں بناتے ہو ان کے مقابلے میں ہم اپنے رب رحمٰن ہی سے سوال کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلب گار ہیں، ہم عنقریب تم پر غالب آئیں گے اور عنقریب تمہارا دین ختم ہو جائے گا۔ پس اس بارے میں ہم کسی خود پسندی میں مبتلا ہیں نہ ہم اپنی قوت واختیار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہم تو رب رحمٰن سے مدد مانگتے ہیں جس کے قبضۂ قدرت میں تمام مخلوق کی پیشانی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہم نے رب رحمٰن سے جس امر کے بارے میں استعانت طلب کی ہے، وہ اپنی رحمت سے ضرور اس کو پورا کرے گا......اور اس نے ایسا کیا۔ وللّٰہِ الْحَمْد.

تفسیر سُوْرَۃُ الْحَجّ

سُوْرَةُ الْحَجّ (٢٢) مَدَنِیَّةٌ (١٠٣) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُهَا ٧٨ رُكُوْعَاتُهَا ١٠

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ① یَوْمَ تَرَوْنَهَا

اے لوگو! ڈرو تم اپنے رب سے، بیشک زلزلہ قیامت کا ایک چیز ہے بہت بڑی ○ جس دن تم دیکھو گے اسے،

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَی

غافل ہو جائے گی ہر دودھ پلانے والی اس سے جسے اس نے دودھ پلایا تھا، اور ڈال دے گی ہر حمل والی اپنا حمل، اور دیکھیں گے آپ

النَّاسَ سُكٰرٰی وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ②

لوگوں کو نشے میں (مدہوش) حالانکہ نہیں ہوں گے وہ نشے میں لیکن عذاب اللہ کا شدید ہوگا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب سے ڈریں جس نے ظاہری اور باطنی نعمتوں کے ذریعے سے ان کی پرورش کی، اس لئے ان کے لائق یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، شرک، فسق اور

نافرمانی کو ترک کر دیں اور جہاں تک استطاعت ہو اس کے احکام پر عمل کریں‘ پھر ان امور کا ذکر فرمایا جو تقویٰ اختیار کرنے میں ان کی مدد کرتے ہیں اور ان لوگوں کو ڈراتے ہیں جو تقویٰ کو ترک کر دیتے ہیں اور وہ ہے قیامت کی ہولناکیوں کی خبر دینا‘ چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ﴾ ’’بے شک قیامت کا بھونچال‘ بہت بڑی چیز ہے۔‘‘ کوئی اس کا اندازہ کر سکتا ہے نہ اس کی کنہ کو پہنچ سکتا ہے۔

جب قیامت واقع ہوگی تو زمین کو نہایت شدت سے ہلا دیا جائے گا‘ زمین میں زلزلہ آ جائے گا‘ پہاڑ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور بھربھری ریت کے ٹیلوں کی شکل اختیار کر لیں گے‘ پھر غبار بن کر اڑ جائیں گے‘ پھر لوگ تین اقسام میں منقسم ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا‘ سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے‘ ستارے بکھر جائیں گے‘ ایسے خوفناک زلزلے آئیں گے کہ خوف کے مارے دل پھٹ جائیں گے‘ خوف سے بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے اور بڑی بڑی سخت چٹانیں پگھل جائیں گی۔

اس لئے فرمایا: ﴿یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ﴾ ’’جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔‘‘ حالانکہ دودھ پلانے والی ماں کی جبلت میں اپنے بچے کی محبت رچی بسی ہوتی ہے‘ خاص طور پر اس حال میں جبکہ بچہ ماں کے بغیر زندہ نہ رہ سکتا ہو۔ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا﴾ یعنی شدت ہول اور سخت گھبراہٹ کے عالم میں ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی۔ ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى﴾ یعنی اے دیکھنے والو! تم سمجھو گے کہ لوگ شراب کے نشہ میں مدہوش ہیں‘ حالانکہ وہ شراب نوشی کی وجہ سے مدہوش نہ ہوں گے ﴿وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ ’’بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا‘‘ جس کی وجہ سے عقل ماری جائے گی‘ دل خالی ہو کر گھبراہٹ اور خوف سے لبریز ہو جائیں گے‘ دل اچھل کر حلق میں اٹک جائیں گے اور آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ اس روز کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے بدلہ دینے والا ہوگا۔ ﴿یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ﴾ (عبس: ۸۰/۳۴-۳۷) ’’اس روز بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا‘ اپنی ماں اور باپ سے‘ اپنی بیوی اور بیٹوں سے‘ اس روز ہر شخص ایک فکر میں مبتلا ہوگا جو اس کو دوسروں کے بارے میں بے پروا کر دے گی۔‘‘ وہاں ﴿یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ○ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا﴾ (الفرقان: ۲۵/۲۷-۲۸) ’’ظالم مارے پشیمانی اور حسرت کے اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور پکار اٹھے گا‘ اے کاش میں نے رسول کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔‘‘ اس وقت کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور کچھ چہرے روشن ہوں گے۔ ترازوئیں نصب کر دی جائیں گی جن میں ذرہ بھر نیکی اور بدی کا بھی وزن کیا جا

سکے گا۔ اعمال نامے پھیلا دیئے جائیں گے اور ان کے اندر درج کئے ہوئے تمام اعمال، اقوال اور نیتیں، خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، سامنے ہوں گے اور جہنم کے اوپر پل صراط کو نصب کر دیا جائے گا۔ جنت اہل تقویٰ کے قریب کر دی جائے گی اور جہنم کو گمراہ لوگوں کے سامنے کر دیا جائے گا ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ (الفرقان: ۲۵/۱۲۔۱۳) "جب وہ جہنم کو دور سے دیکھیں گے تو اس کی غضبناک آواز اور اس کی پھنکار سنیں گے اور جب ان کو جکڑ کر جہنم کی کسی تنگ جگہ میں پھینک دیا جائے گا تو وہاں اپنی موت کو پکارنے لگیں گے" ان سے کہا جائے گا ﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا﴾ (الفرقان: ۲۵/۱۴) "آج ایک موت کو نہیں بہت سی موتوں کا پکارو۔" اور جب وہ اپنے رب کو پکاریں گے کہ وہ ان کو وہاں سے نکالے تو رب تعالیٰ فرمائے گا۔ ﴿اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ (المؤمنون: ۲۳/۱۰۸) "دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے پڑے رہو جہنم میں اور میرے ساتھ کلام نہ کرو" رب رحیم کا غضب ان پر بھڑک اٹھے گا اور وہ ان کو دردناک عذاب میں ڈال دے گا، وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور وہ اپنے تمام اعمال کو موجود پائیں گے اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی مفقود نہیں ہوگا۔

یہ تو ہوگا کفار کا حال اور متقین کو جنت کے باغات میں خوش آمدید کہا جائے گا۔ وہ انواع و اقسام کی لذتوں سے لطف اندوز ہوں گے، جہاں جی چاہے گا وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ پس عقل مند شخص، جو جانتا ہے کہ یہ سب کچھ پیش آنے والا ہے تو اس کے لائق یہی ہے کہ وہ اس کے لئے تیاری کر رکھے، مہلت اسے غفلت میں مبتلا نہ کر دے کہ وہ عمل کو چھوڑ بیٹھے۔ تقویٰ الٰہی اس کا شعار، خوف الٰہی اس کا سرمایہ اور اللہ کی محبت اور اس کا ذکر اس کے اعمال کی روح ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝۳

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی بابت بغیر علم کے، اور اتباع کرتے ہیں وہ ہر شیطان سرکش کا ۝

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۴

لکھ دیا گیا ہے اسکی بابت کہ بیشک جو کوئی دوستی کریگا اس سے تو بیشک وہ گمراہ کر دیگا اسکو، اور راہنمائی کریگا اسکی طرف عذاب جہنم کی ۝

یعنی لوگوں میں ایک گروہ ایسا ہے جو گمراہی کے راستے پر گامزن ہے، وہ باطل دلائل کے ساتھ حق سے جھگڑتے ہیں، وہ باطل کو حق اور حق کو باطل ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ جہالت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں، ان کے پاس کچھ بھی علم نہیں۔ ان کے علم کی انتہا یہ ہے کہ وہ ائمہ ضلال اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ عناد رکھتا ہے، ان کے خلاف سرکشی کرتا ہے۔ وہ اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت

کر کے ائمہ ضلال میں شامل ہو جاتا ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

﴿ كُتِبَ عَلَيْهِ ﴾ ''لکھ دیا گیا ہے اس پر۔'' یعنی اس سرکش شیطان کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے ﴿ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ ﴾ کہ جو اس کی پیروی کرے گا ﴿ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ ﴾ وہ اسے حق سے دور اور راہ راست سے بھٹکا دے گا ﴿ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴾ اور اسے جہنم کا راستہ دکھائے گا اور یہ یقیناً ابلیس کا نائب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ (فاطر: ٣٥/ ٦) ''وہ اپنے پیروکاروں کو صرف اس لئے اپنی راہ پر بلا رہا ہے تاکہ وہ بھی جہنمیوں میں شامل ہو جائیں۔'' یہی وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتا ہے، خود اپنے آپ کو بھی گمراہ کرتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کے درپے ہوتا ہے اور یہی وہ شخص ہے جو ہر سرکش شیطان کا مقلد ہے...... اندھیرے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ اس گروہ میں اہل کفر اور اہل بدعت کی اکثریت شامل ہے کیونکہ ان کی اکثریت مقلدین پر مشتمل ہے جو بغیر علم کے جھگڑتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ

اے لوگو! اگر ہو تم شک میں دوبارہ جی اٹھنے سے تو بلاشبہ ہم ہی نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے، پھر

مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ

نطفے سے پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو واضح شکل وصورت والا اور غیر واضح (ادھوری) شکل وصورت والا ہے تاکہ ہم بیان کریں

لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

تمہارے لئے اور ہم ٹھہراتے ہیں رحموں میں جس (نطفے) کو ہم چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک پھر نکالتے ہیں ہم تمہیں (مکمل) بچہ (بنا کر)

ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ

پھر (عمر دیتے ہیں) تاکہ تم پہنچو اپنی جوانی کو، اور بعض تم میں سے ہیں جو فوت کیے جاتے ہیں اور بعض تم میں سے ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں طرف ناکارہ

الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً

عمر کی تاکہ نہ جانے وہ بعد جاننے کے کچھ بھی اور دیکھتے ہیں آپ زمین کو خشک (مردہ و بے آباد)

فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝٥

پھر جب اتارتے ہیں ہم اس پر پانی (بارش) تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور وہ اگاتی ہے ہر قسم کی خوش نما چیزیں ○

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

یہ بسبب اسکے ہے کہ بیشک اللہ ہی حق ہے، اور (یہ کہ) بلاشبہ وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو، اور یہ کہ بیشک وہی اوپر ہر چیز کے

قَدِيْرٌ ۝٦ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٧

خوب قادر ہے ○ اور یہ کہ بلاشبہ قیامت آنیوالی ہے، نہیں کوئی شک اسمیں، اور یہ کہ بیشک اللہ دوبارہ اٹھائیگا انکو جو قبروں میں ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ ﴾ یعنی اگر تم کسی شک وشبہ میں مبتلا ہو اور قیامت کے وقوع کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں جب کہ تم پر لازم ہے کہ تم اس بارے میں اپنے رب اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرو لیکن اگر تم شک کئے بغیر نہ رہ سکو تو تمہارے سامنے یہ دو عقلی دلائل ہیں جن میں سے ہر ایک کا تم مشاہدہ کرتے ہو۔ جس بارے میں تم شک کرتے ہو اس پر قطعی دلالت کرتے ہیں اور تمہارے دلوں میں شک کو زائل کرتے ہیں:

پہلی دلیل: انسان کی تخلیق کی ابتداء سے استدلال ہے' یعنی وہ ہستی جس نے ابتداء میں اس کو پیدا کیا ہے وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گی' چنانچہ فرمایا: ﴿ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ﴾ ''ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔'' اور یہ اس طرح کہ اس نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا ﴿ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ﴾ یعنی منی سے پیدا کیا۔ یہ انسان کی تخلیق کا اولین مرحلہ ہے ﴿ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ﴾ ''پھر گاڑھے خون سے۔'' یعنی پھر یہ نطفہ اللہ کے حکم سے سرخ خون میں بدل جاتا ہے۔ ﴿ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ ﴾ ''پھر لوتھڑے سے۔'' یعنی پھر وہ گاڑھا خون لوتھڑے یعنی بوٹی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہ بوٹی کبھی تو ﴿ مُّخَلَّقَةٍ ﴾ اس سے آدمی کی تصویر بن جاتی ہے۔ ﴿ وَّغَيۡرِ مُخَلَّقَةٍ ﴾ ''اور بے تصویر'' یعنی کبھی اس کی تخلیق سے قبل ہی رحم سے اس کا اسقاط ہو جاتا ہے۔ ﴿ لِّنُبَيِّنَ لَكُمۡ ﴾ ''تاکہ ہم تمہارے سامنے تمہاری اصل تخلیق کو واضح کریں' حالانکہ اللہ تعالیٰ ایک لمحہ میں اس کی تخلیق کی تکمیل کر سکتا ہے مگر وہ ہمارے سامنے اپنی کامل حکمت' عظیم قدرت اور بے پایاں رحمت کا اظہار کرتا ہے۔

﴿ وَنُقِرُّ فِى الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ یعنی اگر اسقاط نہ ہو تو اسے جب تک ہم چاہتے ہیں رحم میں باقی رکھتے ہیں' یعنی مدت حمل تک ﴿ ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ ﴾ پھر ہم تمہیں تمہاری ماؤں کے رحموں سے باہر نکال لاتے ہیں ﴿ طِفۡلًا ﴾ ''بچے کی صورت میں'' اس وقت تمہیں کسی بات کا علم ہوتا ہے نہ کسی چیز کی قدرت اور تمہاری ماؤں کو تمہارے لئے مسخر کر دیتے اور اس کی چھاتی میں سے تمہارے لئے رزق جاری کر دیتے ہیں پھر تم ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتے ہوتے حتیٰ کہ تم اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتے ہو اور یہ مکمل قوت اور عقل کی عمر ہے۔

﴿ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى ﴾ اور تم میں کچھ بلوغت کی عمر کو پہنچنے سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں اور کچھ اس سے آگے گزر کر رذیل ترین یعنی خسیس ترین عمر کو پہنچ جاتا ہے اور یہ وہ عمر ہے جب انسان نہایت کمزور ہو جاتا ہے' قویٰ فاسد ہو جاتے ہیں' عقل بھی اسی طرح مضمحل ہو کر زائل ہو جاتی ہے' جس طرح دیگر قویٰ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ﴿ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡــًٔـا ﴾ یعنی...... تاکہ اس معمر شخص کو ان تمام چیزوں کا کچھ بھی علم نہ ہو جن کو وہ اس سے قبل جانتا تھا اور اس کا سبب اس کا ضعف عقل ہے۔

پس انسان کی قوت دو قسم کے ضعفوں میں گھری ہوئی ہے۔

١۔ طفولیت کا ضعف اور اس کا نقص۔

٢۔ بڑھاپے کا ضعف اور اس کا نقص۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴾ (الروم: ٣٠/٥٤) ''اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد تمہیں قوت عطا کی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔''

دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً ﴾ ''اور تو دیکھتا ہے زمین کو بنجر۔'' یعنی خشک' چٹیل اور بے آب وگیاہ ﴿ فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ ﴾ ''پس جب ہم اس پر بارش نازل کرتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے۔'' یعنی نباتات سے لہلہا اٹھتی ہے ﴿ وَ رَبَتْ ﴾ ''اور پھولتی ہے۔'' یعنی خشک ہونے کے بعد خوب سرسبز ہو کر بلند ہوتی ہے۔ ﴿ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ ﴾ یعنی زمین نباتات کی ہر صنف کو اگاتی ہے ﴿ بَهِیْجٍ ﴾ یعنی جو دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے۔ یہ دو قطعی دلائل ہیں جو ان پانچ مقاصد پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ یہ سب کچھ یعنی آدمی کا اس طرح پیدا کرنا جو اللہ نے بیان کیا اور زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرنا' اس لیے ہے کہ ﴿ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ ﴾ ''اللہ ہی حق ہے۔'' یعنی وہی رب معبود ہے اس کے سوا کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں' اسی کی عبادت حق ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت باطل ہے ﴿ وَ اَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى ﴾ ''اور وہ زندہ کرے گا مُردوں کو۔'' جس طرح اس نے ابتداءً تخلیق کی اور جس طرح اس نے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا ﴿ وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ ''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' جیسا کہ اس نے اپنی بدیع قدرت اور عظیم صنعت کا تمہیں مشاہدہ کروایا۔

﴿ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ﴾ ''اور بلاشبہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' پس اس کو بعید سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ﴿ وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴾ ''اور اللہ ان کو دوبارہ اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔'' پھر تمہیں تمہارے تمام اچھے برے اعمال کی جزا دے گا۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۸

اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو جھگڑا کرتا ہے اللہ کی بابت بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے ○

ثَانِیَ عِطْفِهٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ نُذِیْقُهٗ

درآنحالیکہ وہ موڑنے والا ہے اپنا پہلو تاکہ گمراہ کرے وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے' اس کیلئے دنیا میں رسوائی ہے، اور ہم چکھائیں گے اسے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ⑨

دن قیامت کے عذاب جلانے والا ○

یہ جھگڑا جس کا ذکر آیت نمبر 3 اور 4 میں بھی گذر چکا ہے سرکش شیطان کے مقلد کا جھگڑا ہے اور اسی کی خاطر ہے جو لوگوں کو بدعات کی طرف دعوت دیتا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا: ﴿ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل اور ان کے متبعین کے ساتھ باطل دلائل سے جھگڑتا ہے تاکہ حق کو نیچا دکھائے ﴿ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ بغیر کسی صحیح علم کے ﴿ وَّلَا هُدًى ﴾ وہ اپنے جھگڑے میں کسی ایسے شخص کی اتباع نہیں کرتا جو اس کی راہنمائی کرے' نہ عقل کے پیچھے لگتا ہے جو اس کو راہ راست پر رکھے اور نہ کسی مقتدا کی اقتداء کرتا ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو۔ ﴿ وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴾ ''اور نہ کسی روشن اور واضح کتاب کی پیروی کرتا ہے۔'' لہٰذا اس کے پاس کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی دلیل' یہ محض شبہات ہیں جو شیطان اس کی طرف القاء کرتا ہے۔ ﴿ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ﴾ (الانعام ٦/ ١٢١) ''اور شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں القاء کرتے ہیں تاکہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں۔''

اس کے ساتھ ساتھ ﴿ ثَانِيَ عِطْفِهٖ ﴾ وہ گردن اکڑائے' منہ موڑ کر چلتا ہے یہ حق کے بارے میں اس کے تکبر اور مخلوق کے ساتھ اس کے حقارت آمیز رویے کے لئے کنایہ ہے۔ پس وہ اسی پر فرحاں وشاداں ہے کہ اس کے پاس غیر نافع علم ہے اور وہ حق اور اہل حق کو حقیر گردانتا ہے۔ ﴿ لِيُضِلَّ ﴾ ''تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے'' یعنی گمراہی کے داعیوں میں اس کا شمار ہو۔ اس آیت کریمہ کے تحت تمام ائمہ کفر وضلالت آجاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے دنیاوی اور اخروی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ﴾ یعنی وہ آخرت سے پہلے' اس دنیا ہی میں رسوا ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی ہے۔ آپ داعیان کفر وضلالت میں سے جس کو بھی دیکھیں وہ تمام لوگوں کی ناراضی' لعنت' بغض اور مذمت کا اسی طرح نشانہ ہوتا ہے جیسے وہ اس کا مستحق ہوتا ہے اور ہر شخص حسب حال جزا پاتا ہے۔ ﴿ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ یعنی ہم اسے جہنم کی سخت گرمی اور اس کی بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔ اور یہ سب کچھ اس کے ان کرتوتوں کی وجہ سے ہے جو اس نے آگے بھیجے۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ⑩ ع

یہ بوجہ اس کے ہے جو آگے بھیجا تیرے دونوں ہاتھوں نے، اور یہ کہ بلاشبہ اللہ نہیں ظلم کرنے والا (اپنے) بندوں پر ○

﴿ ذٰلِكَ ﴾ یعنی یہ دنیاوی اور اُخروی عذاب جس کا ذکر کیا گیا اور اس میں بُعد کا جو معنی پایا جاتا ہے (اور وہ ہے (ذلک) کے اندر موجود لام کا معنی جو بُعد کی طرف اشارہ کے لئے وضع کیا گیا ہے) وہ اس امر پر دلیل ہے کہ کفار ہول اور قباحت کی انتہاء پر ہوں گے۔ ﴿ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ ﴾ یعنی اس سبب سے' جو تیرے ہاتھوں نے

کفر اور معاصی کا اکتساب کیا ہے۔ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ اور حقیقت امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے پہلے گناہوں کے بغیر عذاب نہیں دے گا۔

اس کا اجمالی معنی یہ ہے کہ اس کافر کو' جو ان صفات سے متصف ہے' جن کا ذکر مذکورہ دو آیتوں میں گزر چکا ہے' کہا جائے گا کہ یہ عذاب اور رسوائی جس کا تو سامنا کر رہا ہے تیری افترا پردازی اور تکبر کے سبب سے ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے ظلم نہیں کرتا وہ مومن اور کافر' نیک اور بد کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کرتا وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دیتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ
اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو عبادت کرتے ہیں اللہ کی اوپر ایک کنارے کے' پس اگر پہنچے اس کو بھلائی تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے اس پر' اور اگر
اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
پہنچے اس کو کوئی فتنہ (آزمائش) تو الٹا پھر جاتا ہے اوپر اپنے منہ کے' خسارہ اٹھایا اس نے دنیا اور آخرت میں، یہی ہے وہ خسارہ
الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ
صریح ○ وہ پکارتا ہے سوائے اللہ کے اس کو جو نہیں نقصان پہنچا سکتا اسے اور نہ وہ نفع دے سکتا ہے اسے، یہی ہے وہ گمراہی
الْبَعِيْدُ ۚ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬
دور کی ○ وہ پکارتا ہے اس شخص کو کہ نقصان اس کا (یقیناً) زیادہ قریب ہے اس کے نفع سے، البتہ برا ہے وہ کارساز اور البتہ برا ہے وہ ساتھی ○

یعنی لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو ضعیف الایمان ہے' جس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا' ایمان کی بشاشت اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ یا تو خوف سے ایمان لایا ہے یا محض عادت کی بنا پر اور وہ بھی اس طریقے سے کہ وہ سختیاں برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ ﴿فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ﴾ یعنی اگر اسے وافر رزق مل رہا ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی' تو وہ ایمان پر نہیں' بلکہ پہنچنے والی بھلائی پر مطمئن ہوتا ہے۔..... اور اللہ تعالیٰ بسا اوقات اسے عافیت میں رکھتا ہے اور اسے ایسے فتنوں میں مبتلا نہیں کرتا جو اسے اس کے دین سے پھیر دیں۔

﴿وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ﴾ اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کوئی محبوب چیز اس سے چھن جاتی ہے ﴿انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ﴾ ''پھر جاتا ہے اپنے چہرے پر۔'' یعنی اپنے دین سے پھر جاتا ہے۔ ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ﴾ ''خسارہ اٹھایا اس نے دنیا اور آخرت کا۔'' دنیا میں خسارہ یہ ہے کہ جس امید پر وہ مرتد ہوا اور جس امید کو اس نے سرمایہ قرار دے رکھا تھا وہ پوری نہ ہوئی اور وہ عوض جس کے حاصل ہونے کا اسے یقین تھا حاصل نہ ہوا۔ پس اس کی کوشش ناکام ہوئی اور اسے صرف وہی کچھ حاصل ہوا جو اس کی قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ رہا آخرت کا خسارہ' تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے' اس پر حرام کر دیا اور وہ جہنم کا مستحق ہوا۔

﴿ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ اور یہ واضح اور کھلا خسارہ ہے۔

﴿یَدْعُوْا﴾ ''پکارتا ہے۔'' یعنی یہ مرتد ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهٗ وَمَا لَا یَنْفَعُهٗ﴾ اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کو' جو اسے کوئی نقصان دے سکتی ہیں نہ نفع۔ یہ ہر اس معبود باطل کی صفت ہے' جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ معبود باطل اپنے لئے یا کسی اور کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾ یہ گمراہی بعد میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہے کیونکہ اس نے اس ہستی کی عبادت سے روگردانی کی جس کے قبضہ قدرت میں نفع ونقصان ہے' جو خود بے نیاز ہے اور بے نیاز کرنے والی ہے...... اور اپنے جیسی یا اپنے سے بھی کمتر ہستی کے سامنے سربسجود ہوا جس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے مقصد کی ضد کے حصول کے زیادہ قریب ہے' اس لئے فرمایا: ﴿یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ﴾ ''وہ اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔'' اس لیے کہ اس کا نقصان عقل' بدن' دنیا اور آخرت میں ہے ﴿لَبِئْسَ الْمَوْلٰى﴾ ''البتہ برا ہے والی۔'' یعنی یہ معبود باطل ﴿وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ﴾ یعنی بہت برا ہم نشین ہے' جس کی صحبت کو اس نے لازم پکڑ رکھا ہے کیونکہ دوست اور ہم نشین سے حصول نفع اور دفع ضرر مقصود ہوتا ہے۔ اگر اس میں اسے کچھ بھی حاصل نہ ہو تو وہ قابل مذمت اور قابل ملامت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا

بیشک اللہ داخل کریگا ان لوگوں کو، جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک، ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ﴿۱۴﴾

نہریں، بے شک اللہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے ○

جب اللہ تعالیٰ نے باطل دلیلوں سے جھگڑنے والے کا ذکر فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ ایسے لوگ دو اقسام میں منقسم ہیں' ایک مقلدین اور دوسرے اپنی بدعات کی طرف دعوت دینے والے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بھی دو اقسام ذکر فرمائیں جو اپنے آپ کو ایمان سے منسوب کرتے ہیں۔ پہلی قسم ان لوگوں کی جن کے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزرا اور دوسری قسم ان لوگوں کی جو حقیقی مومن ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔ پس ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

جنت کو ''جنت'' اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ یہ خوبصورت منازل' محلوں' درختوں اور نباتات پر مشتمل ہے یہ درخت اور نباتات اپنی کثرت کے باعث ان لوگوں کو ڈھانپ لیں گے اور ان پر سایہ کناں ہوں گے جو اس میں داخل ہوں گے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ﴾ پس اللہ تعالیٰ جو بھی ارادہ کرتا ہے اسے بغیر کسی مانع اور معارض کے

کرگزرتا ہے۔اس کا ایک ارادہ یہ ہے کہ وہ اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا......اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور احسان سے ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے۔

مَنۡ كَانَ يَظُنُّ اَنۡ لَّنۡ يَّنۡصُرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ فَلۡيَمۡدُدۡ بِسَبَبٍ

جو شخص گمان کرتا ہے یہ کہ ہرگز نہیں مدد کرے گا اللہ اس (رسول) کی دنیا اور آخرت میں تو چاہیے کہ وہ دراز کرے ایک رسی

اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لۡيَقۡطَعۡ فَلۡيَنۡظُرۡ هَلۡ يُذۡهِبَنَّ كَيۡدُهٗ مَا يَغِيۡظُ ﴿١٥﴾

آسمان تک پھر چاہیے کہ کاٹ دے (اسے) پھر چاہیے کہ وہ دیکھے کیا لے جاتی ہے تدبیر اس کی، اس کے غصے کو؟○

یعنی جو کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) کی مدد نہیں کرے گا اور اس کا دین عنقریب ختم ہو جائے گا تو بلا شبہ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ ﴿فَلۡيَمۡدُدۡ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لۡيَقۡطَعۡ﴾ ”پس وہ آسمان کی طرف رسی دراز کرے پھر کاٹ دے۔“ رسول اللہ ﷺ سے اس مدد کو منقطع کر دکھائے۔ ﴿فَلۡيَنۡظُرۡ هَلۡ يُذۡهِبَنَّ كَيۡدُهٗ﴾ یعنی وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے سے وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف چال چل سکتا ہے، آپ ﷺ کے خلاف جنگ برپا کر سکتا ہے، جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے ابطال کی خواہش رکھتا ہے وہ کیا چیز ہے جو دین کے ظہور پر اسے غیظ وغضب میں مبتلا کرتی ہے...... یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے یعنی وہ ان اسباب کے ذریعے سے اپنے غیظ وغضب کو ٹھنڈا نہیں کر سکتا۔

اس آیت مقدسہ کا معنیٰ یہ ہے، اے وہ شخص! جو محمد رسول اللہ ﷺ سے عداوت رکھتا ہے، جو آپ ﷺ کے دین کو مٹانے میں کوشاں ہے، جو اپنی جہالت کی بنا پر سمجھتا ہے کہ اس کی کوشش رنگ لائے گی، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تو جو بھی اسباب اختیار کر لے رسول (ﷺ) کے خلاف کوئی بھی چال چل لے اس سے تیرے غیظ وغضب اور تیرے دل کی بیماری کو شفا حاصل نہیں ہوگی۔ اس پر تجھے کوئی قدرت حاصل نہیں البتہ ہم تجھے ایک مشورہ دیتے ہیں جس سے تو اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے اور اگر یہ ممکن ہے کہ تو رسول (ﷺ) سے اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کو منقطع کر سکتا ہے، تو معاملے میں صحیح راستے سے داخل ہو اور درست اسباب اختیار کر اور وہ یہ کہ کھجور وغیرہ کی چھال سے بٹی ہوئی رسی لے پھر اسے آسمان پر لٹکا کر آسمان پر چڑھ جا اور ان دروازوں تک پہنچ جا جہاں سے اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے اور ان دروازوں کو بند کر کے اللہ تعالیٰ کی مدد منقطع کر دے۔ اس طریقے سے تیرے غیظ وغضب کو شفا حاصل ہوگی......بس یہ تجویز اور چال ہے اس طریقے کے علاوہ تیرے دل میں بھی یہ بات نہیں آنی چاہیے کہ تو اپنے غیظ وغضب سے چھٹکارا پا سکتا ہے خواہ مخلوق تیری مدد کے لئے کمر کیوں نہ باندھ لے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے دین، اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کے لئے فتح و نصرت کا جو وعدہ اور خوشخبری ہے، وہ مخفی نہیں اور کفار کے لئے مایوسی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا

چاہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے اور خواہ وہ اس نور کو بجھانے کی امکان بھر کوشش کیوں نہ کرلیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿١٦﴾

اور اسی طرح نازل کیا ہم نے اس (قرآن) کو آیات واضحہ (کی صورت میں) اور بیشک اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ○

یعنی اسی طرح جب ہم نے اس قرآن عظیم میں تفاصیل بیان کی تو ہم نے اس کو آیات بینات بنایا جو تمام مطالب اور مسائل نافعہ پر دلالت کرتی ہیں' لیکن ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے قبضہء قدرت میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرلیتا ہے تو وہ اس قرآن کے ذریعے سے ہدایت پالیتا ہے' وہ قرآن کو اپنا راہنما اور مقتدا بنا لیتا ہے اور قرآن کے نور سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا اس کے پاس خواہ ہر قسم کی نشانی کیوں نہ آجائے وہ کبھی ایمان نہیں لاتا' قرآن اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا بلکہ قرآن اس کے خلاف حجت بنے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے، اور صابی (بے دین) اور نصاریٰ اور مجوسی اور وہ لوگ جنہوں نے

اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١٧﴾

اللہ کے ساتھ شرک کیا بے شک اللہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان دن قیامت کے بلاشبہ اللہ اوپر ہر چیز کے گواہ ہے ○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بے شک اللہ، سجدہ کرتا ہے اسے جو کوئی آسمانوں میں اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ

اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگوں میں سے (بھی) اور بہت سے ایسے ہیں کہ

حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ

ثابت ہو گیا ہے ان پر عذاب اور جس کو ذلیل کرے اللہ تو نہیں ہے اسے کوئی عزت دینے والا بے شک اللہ کرتا ہے

مَا يَشَاۗءُ ۩ ﴿١٨﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ السجدة ٦

جو وہ چاہتا ہے ○ یہ دو گروہ جھگڑنے والے ہیں، جھگڑا کیا انہوں نے اپنے رب کی بابت' پس وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کاٹے جائینگے

لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا

ان کیلئے کپڑے آگ کے انڈیلا جائیگا اوپر سے انکے سروں کے کھولتا ہوا پانی ○ پگھلا دیا جائے گا اس کے سبب سے جو کچھ

فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ

انکے پیٹوں میں ہوگا اور کھالیں ○ اور ان (کو مارنے) کیلئے ہتھوڑے ہونگے لوہے کے ○ جب بھی وہ ارادہ کرینگے یہ کہ

عِ ۲
يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا ۗ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ

نکلیں وہ اس (آگ) میں سے، مارے غم کے وہ لوٹا دیئے جائینگے اسمیں، اور (کہا جائیگا) چکھو تم عذاب جلانے والا ○ بیشک اللہ

يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک، ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں،

يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُـؤۡلُـؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ ﴿۲۳﴾

وہ پہنائے جائیں گے ان میں کچھ کنگن سونے کے، اور موتی، اور لباس ان کا اس میں ریشم کا ہو گا ○

وَهُدُوۡۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الۡقَوۡلِ ۖۚ وَهُدُوۡۤا اِلٰى صِرَاطِ الۡحَمِيۡدِ ﴿۲۴﴾

اور وہ ہدایت دیئے گئے تھے (دنیا میں) پاکیزہ بات (توحید) کی طرف، اور وہ ہدایت دیئے گئے تھے ایسے راستے کی طرف (جو) قابل تعریف ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ روئے زمین پر بسنے والے مذاہب کے پیروکاروں کے تمام گروہوں، یعنی وہ لوگ جن کو کتاب عطا کی گئی ہے، مثلاً اہل ایمان، یہود، نصاریٰ، صابئین، مجوس اور مشرکین کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا اور ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا جن کو اس نے حفاظت کے ساتھ ان کے اعمال ناموں میں درج کر رکھا ہے اور ان پر گواہ ہے، اس لئے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مابین مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِىۡ رَبِّهِمۡ ﴾ ''یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔'' ان میں سے ہر فریق دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ ﴿ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ﴾ یہ جملہ تمام کفار، یعنی یہود، نصاریٰ، مجوس، صابئین اور مشرکین کو شامل ہے۔ ﴿ قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِيَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ﴾ یعنی ان کے کپڑے گندھک کے ہوں گے جن میں آگ شعلہ زن ہوگی تاکہ عذاب ان کو ہر جانب سے پوری طرح گھیر لے۔

﴿ يُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِيۡمُ ﴾ یعنی ان کے سروں پر سخت کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا جس کی شدت حرارت سے ان کے پیٹ کے اندر گوشت، چربی، انتڑیاں گل جائیں گی۔ ﴿ وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِيۡدٍ ﴾ ''اور ان کے لیے ہتھوڑے ہوں گے لوہے کے۔'' جو سخت اور درشت خو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوں گے جن کے ساتھ وہ ان کو ماریں گے اور سزا دیں گے۔

فرمایا: ﴿ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا ﴾ ''جب بھی وہ اس جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے، غم کی وجہ سے، تو وہ اسی میں لوٹا دیے جائیں گے۔'' پس کسی وقت بھی عذاب ان سے منقطع ہوگا نہ ان کو مہلت دی جائے گی بلکہ زجر و توبیخ کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا: ﴿ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ﴾ یعنی دلوں اور

بدنوں کو جلانے والا عذاب چکھو۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے' ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔'' اور یہ چیز معلوم ہے کہ یہ وصف مسلمان کے علاوہ کسی اور پر صادق نہیں آتا' جو تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ ﴿يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ﴾ یعنی تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ''اور ان کا لباس اس میں ریشم کا ہوگا۔'' پس اس کے ساتھ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور لذیذ ماکولات کی تکمیل ہو جائے گی جن پر جنت مشتمل ہے' نیز یہ بہتی ہوئی نہروں کے ذکر کو بھی شامل ہے' یعنی پانی کی نہریں' دودھ کی نہریں' شہد کی نہریں اور شراب کی نہریں' انواع و اقسام کے لباس اور قیمتی زیورات۔

یہ سب کچھ اس سبب سے عطا ہوگا کہ ﴿وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ ''ان کی رہنمائی پاکیزہ بات کی طرف کی گئی۔'' جس میں سب سے افضل اور سب سے اچھا قول کلمۂ اخلاص ہے' پھر دیگر تمام اقوال طیبہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے یا اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اچھے طریقے سے کرنا ہے۔ ﴿وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور ان کی رہنمائی کی گئی صراط حمید کی طرف۔'' یعنی قابل ستائش طریقے کی طرف۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت الٰہی تمام تر حکمت' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا' ماموارت کے حسن اور منہیات کی قباحت پر مشتمل ہے اور یہ ایک ایسا دین ہے جس میں کوئی افراط اور تفریط نہیں جو علم نافع اور عمل صالح پر مبنی ہے۔

یا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف رہنمائی کی گئی' وہ اللہ جو قابل تعریف ہے۔ اس لیے کہ اکثر راستے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے' کیونکہ وہ چلنے والے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے (الحمید) کا ذکر فرمایا کیونکہ اہل ایمان یعنی اس راستے پر گامزن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے احسان ہی کی بنا پر ہدایت حاصل کی۔ بنابریں وہ جنت میں کہیں گے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ﴾ (الاعراف: ٧/٤٣) ''ہر قسم کی ستائش اللہ ہی کے لئے ہے' جس نے ہمیں جنت کی راہ دکھائی' ہم خود کبھی یہ راہ نہ پا سکتے اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات کریمہ کے درمیان' جملۂ معترضہ کے طور پر اپنے لئے مخلوقات کے سجدے کا ذکر فرمایا ہے' یعنی آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات' سورج' چاند' ستاروں' پہاڑ' زمین پر چلنے والے تمام جاندار یعنی تمام حیوانات اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد یعنی اہل ایمان کے سجدے کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں' جن کے کفر اور عدم ایمان کی وجہ سے ان پر

عذاب واجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق نہ بخشی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوا کیا ﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ ”اور جس کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے تو کوئی اس کو عزت دینے والا نہیں۔“ اور کوئی اس کو اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا اور نہ کوئی ہستی اس کی مشیت کی مخالفت کر سکتی ہے۔ پس جب تمام مخلوق اپنے رب کے حضور سربسجود، اس کی عظمت کے سامنے سرافگندہ، اس کے غلبہ کے سامنے عاجز و فروتن اور اس کے تسلط کے سامنے لاچار ہے۔ تو یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ وہی اکیلا رب معبود اور بادشاہ محمود ہے اور جو کوئی اس سے روگردانی کر کے کسی اور کی عبادت کرتا ہے تو وہ بہت دور کی گمراہی اور واضح خسارے میں جا پڑا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور وہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے، اور مسجد حرام سے وہ جو

جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۭ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ

بنایا ہے ہم نے اسے (سب) لوگوں کیلئے، برابر ہے مقیم اس میں اور باہر سے آنے والا اور جو شخص ارادہ کرے اس میں کج روی کا

بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٥﴾

ظلم سے ہم چکھائیں گے اسے عذاب نہایت درد ناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کی برائی کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا، لوگوں کو ایمان لانے سے منع کیا اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکا، جو ان کی ملکیت ہے نہ ان کے باپ دادا کی۔ بلکہ مسجد حرام مقیم اور دور سے زیارت کے لئے آنے والوں کے لئے برابر ہے۔ بلکہ انہوں نے مخلوق میں افضل ترین ہستی محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کو بھی مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا، حالانکہ مسجد حرام کا احترام، حرمت اور عظمت یہ ہے کہ جو کوئی اس مسجد میں الحاد اور ظلم کا ارادہ کرتا ہے، ہم اسے دردناک عذاب کا مزا چکھاتے ہیں۔ پس حرم میں مجرد ظلم اور الحاد کا ارادہ ہی عذاب کا موجب ہے، حالانکہ دیگر گناہوں میں بندے کو صرف اس وقت سزا ملتی ہے جب وہ اپنے ارادۂ گناہ پر عمل کرتا ہے۔ تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو مسجد میں سب سے بڑے گناہ یعنی کفر اور شرک کا ارتکاب کرتا ہے، لوگوں کو اللہ کے راستے سے اور زیارت کا ارادہ رکھنے والوں کو مسجد حرام سے روکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

اس آیت کریمہ میں حرم کے احترام اور اس کی شدت تعظیم کے وجوب کا اور اس کے اندر ارادۂ معصیت اور اس کے ارتکاب سے بچنے کی تاکید کا اثبات ہے۔

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ

اور جب مقرر کر دی ہم نے واسطے ابراہیم کے جگہ بیت اللہ کی (اور اسے حکم دیا) یہ کہ نہ شریک ٹھہرانا تو میرے ساتھ کسی چیز کو بھی اور پاک کر تو میرا گھر

لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ

طواف کرنیوالوں اور قیام کرنیوالوں اور رکوع کرنیوالوں اور سجدے کرنیوالوں کیلئے ○ اور تو اعلان کر دے لوگوں میں حج کا، وہ آئینگے تیرے پاس

رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ

پیدل اور (سوار ہو کر) اوپر ہر دبلے (پتلے) اونٹ کے وہ (اونٹ) آئینگے ہر دور دراز راستے سے ○ تاکہ وہ حاضر ہوں منافع کیلئے

لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ

واسطے اپنے، اور (تاکہ) یاد کریں وہ (بوقت ذبح) نام اللہ کا ان ایام میں جو معلوم ہیں اوپر ان کے جو دیئے ہیں انکو (اللہ نے)

مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىٕسَ الْفَقِیْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْیَقْضُوْا

چوپائے مویشیوں میں سے، پس کھاؤ تم ان میں سے اور کھلاؤ فاقہ کش فقیر کو ○ پھر چاہیے کہ وہ دور کریں

تَفَثَهُمْ وَ لْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ﴿۲۹﴾

میل کچیل اپنا اور چاہیے کہ پوری کریں اپنی نذریں (منتیں) اور چاہیے کہ وہ طواف کریں قدیم گھر کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مسجد حرام کی عظمت و جلال اور اس کے بانی، رحمان کے خلیل، ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ﴾ ’’اور جب ہم نے مقرر کر دی ابراہیم علیہ السلام کے لیے بیت اللہ کی جگہ۔‘‘ یعنی ہم نے ان کیلئے اسے مہیا کر دیا، آپ کو وہاں رہنے کے لیے بھیج دیا اور آپ کی اولاد کے ایک حصے کو وہاں آباد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا پس آپ نے بیت اللہ کو تقویٰ اور اطاعت الٰہی کی اساس پر تعمیر کیا۔ بیت اللہ کو آپ اور آپ کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے مل کر تعمیر کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نیز یہ کہ اپنے اعمال کو اللہ کے لئے خالص کریں اور اس مقدس گھر کی اللہ تعالیٰ کے نام پر بنیاد رکھیں۔

﴿وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ﴾ یعنی میرے گھر کو شرک، معاصی، نجاست اور گندگی سے پاک کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو شرف اور فضیلت بخشنے، بندوں کے دلوں میں اس کی عظمت کو اجاگر کرنے اور ہر جانب سے دلوں کو اس کی طرف مائل کرنے کے لئے اپنی طرف مضاف کیا ہے تاکہ یہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، ذکر، قراءت قرآن، تعلیم و تعلم اور دیگر عبادات کے لئے ٹھہرنے والوں کے لئے رب تعالیٰ کا گھر ہونے کے ناطے سے اپنی تطہیر اور تعظیم کے لئے عظیم ترین گھر ہو۔

﴿وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ ’’اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے۔‘‘ یعنی نماز پڑھنے والوں کے لئے، یعنی اس گھر

کو ان اصحاب فضیلت کے لئے پاک کیجیے جن کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اس گھر کے پاس اپنے آقا کی اطاعت اور اس کی خدمت کریں' نیز اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ یہی لوگ حقدار ہیں اور انہیں کے لئے اکرام ہے۔ ان کا اکرام یہ ہے کہ ان کی خاطر اس گھر کی تطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تطہیر میں لغو آوازوں اور شور و شغب سے اس کا پاک صاف ہونا بھی شامل ہے جو نماز اور طواف میں مصروف لوگوں کو تشویش میں ڈالتی ہیں۔

طواف کو اعتکاف اور نماز پر اس لئے مقدم رکھا ہے کیونکہ طواف صرف اسی گھر کے ساتھ مختص ہے اور پھر اعتکاف کا ذکر کیا کیونکہ وہ تمام مساجد سے مختص ہے۔

﴿وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ﴾ یعنی حج کے بارے میں ان کو آگاہ کیجیے اور ان کو حج کی دعوت دیجیے' نیز قریب اور دور کے رہنے والے تمام لوگوں کو حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کی تبلیغ کیجیے کیونکہ جب آپ ان کو حج کی دعوت دیں گے تو حج کے ارادے سے آپ کے پاس آئیں گے اور اس گھر کو آباد کرنے کے شوق میں پیدل چل کر آئیں گے ﴿وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ﴾ لاغر اونٹنیوں پر مسلسل سفر کرتے ہوئے' صحراؤں اور بیابانوں کو چیرتے ہوئے سب سے زیادہ شرف کے حامل اس مقام پر پہنچیں گے ﴿مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ﴾ ''دور دراز کی تمام راہوں سے۔'' یعنی لوگ تمام دور دراز کے شہروں سے پہنچیں گے۔

حضرت خلیل علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ دونوں مقدس ہستیوں نے لوگوں کو اس گھر کے حج کی دعوت دی' ان دونوں نے ابتداء کی اور اس کا اعادہ کیا اور وہ مقصد حاصل ہو گیا جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا...... اور لوگ مشرق و مغرب سے پیدل اور سوار ہو کر بیت اللہ کی زیارت کے لئے پہنچے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ترغیب کی خاطر ان فوائد کا ذکر فرمایا جو بیت اللہ کی زیارت سے حاصل ہوتے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿لِّیَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ﴾ تاکہ بیت اللہ میں دینی منافع' یعنی فضیلت والی عبادات اور ان عبادات کا ثواب حاصل کریں جو اس گھر کے سوا کہیں اور نہیں کی جا سکتیں اور دنیاوی منفعتیں' یعنی اکتساب مال اور دنیاوی فوائد حاصل کریں۔ یہ مشاہدہ میں آنے والا ایسا امر ہے جسے ہر شخص جانتا ہے۔

﴿وَ یَذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِیۡۤ اَیَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِیۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ﴾ ''اور اللہ کا نام یاد کریں پالتو چوپایوں پر جو اللہ نے ان کو دیے۔'' اور یہ چیز دینی اور دنیاوی منافع میں شمار ہوتی ہے' یعنی قربانیوں کو ذبح کرتے وقت' اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے' کہ اس نے یہ قربانیاں عطا فرمائیں اور ان کے لئے یہ قربانیاں میسر کیں...... ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں اور جب تم ان کو ذبح کر چکو ﴿فَکُلُوۡا مِنۡهَا وَ اَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِیۡرَ﴾ ''تو خود بھی اس میں سے کھاؤ اور بھوکے فقیر کو بھی کھلاؤ۔'' یعنی اسے بھی کھلاؤ جو سخت محتاج ہو۔

﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ ﴾ ''پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں۔''یعنی اپنے مناسک پورے کریں اور پھر اپنے جسم سے وہ میل کچیل دور کریں جو حالت احرام میں ان کو لاحق ہو گیا تھا ﴿ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ﴾ اور اپنی نذروں کو پورا کریں جو انہوں نے اپنے آپ پر واجب کی تھیں یعنی حج' عمرہ اور ہدی وغیرہ ﴿ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کریں جو علی الاطلاق تمام مساجد میں سب سے افضل ہے اور ہر جابر و سرکش کے تسلط سے آزاد ہے۔

یہ طواف کا حکم ہے' تمام مناسک کا عمومی حکم دینے کے بعد اس کے فضل و شرف کی بنا پر یہ خصوصی حکم ہے کیونکہ یہ بالذات مقصود ہے اور اس سے قبل تمام امور اس مقصد کے حصول کے وسائل اور ذرائع ہیں۔ اور شاید...... واللہ اعلم...... اس میں ایک اور فائدہ بھی ہے اور وہ ہے کہ طواف ہر وقت اور ہر آن مشروع ہے خواہ یہ طواف مناسک حج کے تابع ہو یا بنفسہ مستقل حیثیت کا حامل ہو۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ

(حکم) یہی ہے اور جو شخص تعظیم کرے اللہ کی حرمتوں کی تو وہ بہت بہتر ہے اس کیلئے نزدیک اسکے رب کے، اور حلال کئے گئے ہیں تمہارے لئے

الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ

چوپائے سوائے ان کے جو پڑھے جاتے ہیں تم پر پس بچو تم ناپاکی سے بتوں کی اور بچو تم بات

الزُّوْرِ ۝ (۳۰) حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ

جھوٹی سے ○ یکسو ہو کر اللہ ہی کیلئے اس حال میں کہ نہ ہو شریک ٹھہرانے والے اسکے ساتھ اور جو کوئی شرک کرے اللہ کیساتھ تو گویا وہ گرا

مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ (۳۱)

آسمان سے اور اچک لے جائیں اسے پرندے یا (لے جا کر) گرا دے اسے ہوا کسی دور کے مکان میں ○

﴿ ذٰلِكَ ﴾ یعنی وہ احکام جن کا ہم تمہارے سامنے ذکر کر چکے ہیں' ان میں اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم' توقیر اور تکریم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم ایسے امور میں شمار ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب اور اس کے تقرب کا ذریعہ ہیں۔ جس نے ان کی تعظیم و توقیر کی' اللہ تعالیٰ اسے بے پایاں ثواب عطا کرے گا یہ حرمات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندے کے دین' دنیا اور آخرت میں اس کے لئے بہتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حرمات سے مراد وہ امور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محترم ہیں اور جن کے احترام کا اس نے حکم دیا ہے' یعنی عبادات وغیرہ' مثلاً تمام مناسک حج' حرم اور احرام' بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے جانور اور وہ تمام عبادات جن کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ پس ان کی تعظیم یہ ہے کہ دل سے ان کی توقیر اور ان کے ساتھ محبت کی جائے اور کسی تحقیر' سستی اور بے دلی کے بغیر ان میں عبودیت کی تکمیل کی جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور اپنی نوازشات کا ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے چوپایوں میں سے مویشی حلال کر دیئے' مثلاً اونٹ' گائے اور بھیڑ بکری وغیرہ اور ان کو ان جملہ مناسک میں مشروع کیا جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔ پس ان دونوں پہلوؤں سے ان میں اللہ تعالیٰ کی عنایت بہت عظیم ہوگئی ہے۔ ﴿اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ﴾ ''سوائے ان جانوروں کے جن کی تلاوت تم پر کی جاتی ہے۔'' یعنی جن کی تحریم قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے۔ ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ (المائدۃ: ۳/۵) ''حرام کر دیا گیا تم پر مردار' خون' خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے' وہ جانور جو گلا گھٹ کر مر جائے' جو چوٹ لگ کر مر جائے' جو سینگ لگ کر مر جائے اور جس کو درندے پھاڑ کھائیں سوائے اس کے جس کو تم مرنے سے پہلے ذبح کر لو اور وہ جانور جن کو استھانوں پر ذبح کیا جائے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ اس نے ان چیزوں کو ان کے تزکیہ کے لیے اور شرک اور جھوٹی بات سے تطہیر کی خاطر حرام قرار دیا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ﴾ یعنی خبث اور گندگی سے اجتناب کرو۔ ﴿مِنَ الْاَوْثَانِ﴾ ''یعنی بتوں سے'' یعنی ہمسروں سے' جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود بنا رکھا ہے' یہ معبودان باطل سب سے بڑی گندگی ہیں۔ ظاہر ہے یہاں حرفِ جار (مِنْ) بیان جنس کے لئے نہیں ہے' جیسا کہ اکثر مفسرین کی رائے ہے بلکہ یہ تبعیض کے لئے ہے اور (رجس) تمام منہیات محرمات کے لئے عام ہے تب یہ نہی عام ہے اور بتوں کی گندگی سے اجتناب کا حکم خاص ہے' جو حرام شدہ منہیات ہی کا حصہ ہے ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ یعنی تمام حرام شدہ اقوال سے اجتناب کرو کیونکہ یہ سب جھوٹی کلام میں شمار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے لئے یکسو رہیں یعنی ہر ماسوا سے منہ پھیر کر صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت پر اپنی توجہ کو مرکوز رکھیں۔ ﴿وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ﴾ ''اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے'' اس کی مثال ایسے ہے۔ ﴿فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ﴾ جیسے کہ وہ آسمان سے گر پڑا ہو۔ ﴿فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ﴾ ''پس پرندوں نے اسے اچک لیا ہو'' نہایت سرعت سے ﴿اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ﴾ ''یا ہوا اسے کہیں دور لے جا کر پھینک دے۔'' یہی حال مشرکین کا ہے۔ پس ایمان آسمان کی مانند محفوظ اور بلند ہے اور جس نے ایمان کو ترک کر دیا وہ اس چیز کی مانند ہے جو آسمان سے گرے اور آفات و بلیات کا شکار ہو جائے تو اسے پرندے اچک لیتے ہیں اور اس کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ مشرک کا یہی حال ہے جب وہ ایمان کو ترک کر دیتا ہے تو شیاطین ہر جانب سے اسے اچک لیتے ہیں' اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور اس کا دین اور دنیا تباہ کر دیتے ہیں...... یا اسے سخت تیز ہوا لے اڑتی ہے اور اسے فضا کے مختلف طبقات میں لئے پھرتی ہے اور

اس کے اعضاء کے چیتھڑے بنا کر کہیں دور جا پھینکتی ہے۔

ذٰلِكَ ٭ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا

(بات) یہی ہے، اور جو شخص تعظیم کرے اللہ کی (عظمت کی) نشانیوں کی تو بلاشبہ یہ ہے دلوں کی پرہیزگاری سے ○ تمہارے لیے ان (چوپایوں) میں

مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع ۴ ۱۱

منافع ہیں ایک وقت مقرر تک پھر ان کے حلال (ذبح) ہونے کی جگہ ہے نزدیک قدیم گھر (بیت اللہ) کے ○

یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ حرمات اور اس کے شعائر کی تعظیم جس کا ہم نے تمہارے سامنے ذکر کیا ہے اور شعائر سے مراد دین کی ظاہری علامات ہیں۔ انہی شعائر میں تمام مناسک حج شامل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۵۸) ''صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔'' بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے جانور بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں اور گزشتہ سطور میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ان شعائر کی تعظیم سے مراد ان کی توقیر ان کو قائم کرنا اور بندے کی استطاعت اور قدرت کے مطابق ان کی تکمیل کرنا ہے۔ ہدی یعنی بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ پس ان کی تعظیم سے مراد ان کی توقیر کرنا ان کو اچھا جاننا اور ان کو موٹا کرنا ہے، نیز یہ کہ قربانی کے یہ جانور ہر لحاظ سے کامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم، دلوں کے تقویٰ سے صادر ہوتی ہے۔ پس شعائر کی تعظیم کرنے والا اپنے تقویٰ اور صحت ایمان کی دلیل پیش کرتا ہے، اس لیے کہ شعائر کی تعظیم دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر کے تابع ہے۔

﴿لَكُمْ فِيْهَا﴾ ''تمہارے لیے ان میں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے گھر کو بھیجی گئی قربانیوں میں ﴿مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ایک مقررہ مدت تک فائدے ہیں۔'' بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے اونٹوں وغیرہ میں ایک مدت کے لئے چند فوائد ہیں جن سے ان کے مالک استفادہ کر سکتے ہیں مثلاً ان پر سوار ہونا اور ان کے دودھ دوہنا وغیرہ اور ایسے ہی بعض دیگر کام، جن سے ان قربانیوں کو ضرر نہ پہنچے۔ ﴿اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ یعنی ان کے ذبح ہونے کے وقت تک فوائد ہیں۔ جب وہ مقام مقصود پر پہنچ جائیں اور وہ (البیت العتیق) ''بیت اللہ'' ہے، یعنی سارا حرم، منیٰ وغیرہ۔ پس جب ان کو ذبح کر دیا جائے، تو ان کا گوشت خود بھی کھاؤ، ہدیہ بھیجو اور محتاجوں کو کھلاؤ۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ

اور واسطے ہر امت کے مقرر کی ہے ہم نے قربانی تاکہ یاد کریں وہ (بوقت ذبح) نام اللہ کا اوپر ان کے جو دیئے انہیں (اللہ نے) چوپائے

الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾

مویشیوں میں سے پس تمہارا معبود، معبود ایک ہی ہے، سو اسی کیلئے تم مطیع ہو جاؤ، اور خوشخبری سنا دیجئے عاجزی کرنے والوں کو ○

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ

وہ لوگ کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ کا تو ڈر جاتے ہیں ان کے دل، اور وہ جو صبر کرنیوالے ہیں اوپر اس (تکلیف) کے جو پہنچتی ہے انہیں،

وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور وہ جو قائم کرنے والے ہیں نماز، اور اس میں سے جو رزق دیا ہم نے ان کو وہ خرچ کرتے ہیں ○

ہم نے گزشتہ تمام قوموں کے لئے قربانی کو مشروع کیا ہے۔ پس تم تیزی کے ساتھ نیکیوں کی طرف بڑھو تا کہ ہم دیکھیں کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربانی کے طریقے کو مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر قائم اور اس کے شکر کی طرف التفات ہو، اس لئے فرمایا: ﴿ لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ اگرچہ تمام شریعتیں مختلف ہیں مگر ایک اصول پر سب متفق ہیں اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، اللہ تعالیٰ اکیلے کا عبودیت کا مستحق ہونا اور اس کے ساتھ شرک کا ترک کر دینا، اس لئے فرمایا: ﴿ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ﴾ یعنی اسی کی اطاعت کرو اسی کے سامنے سرتسلیم خم کرو اس کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرو کیونکہ اس کی اطاعت ہی سلامتی کے گھر تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ ﴿ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴾ یعنی عاجزی کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی کی خوشخبری دو (اَلْمُخْبِت) سے مراد اپنے رب کے سامنے عاجزی اور فروتنی کرنے والا، اس کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کرنے والا اور اس کے بندوں کے ساتھ نہایت تواضع سے پیش آنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عاجزی کرنے والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ ''وہ لوگ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کے خوف سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور صرف اس کے خوف ہی کی بنا پر محرمات کو ترک کر دیتے ہیں ﴿ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ ﴾ ان پر جو مصیبتیں اور سختیاں آتی ہیں اور انہیں جن مختلف اقسام کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان پر صبر کرتے ہیں، ان میں سے کسی چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ناراضی کا اظہار نہیں کرتے، بلکہ اپنے رب کی رضا کے حصول کی خاطر صبر کرتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

﴿ وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ ﴾ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو کامل اور درست طریقے سے قائم کرتے ہیں، یعنی وہ اس کی ظاہری اور باطنی عبودیت اور اس کے تمام فرائض و مستحبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ ''اور جو ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔'' یہ تمام نفقاتِ واجبہ، مثلاً زکوٰۃ، کفارات، بیویوں، غلاموں اور اقارب پر خرچ کرنا اور تمام نفقاتِ مستحبہ، جیسے تمام قسم کے صدقات ہیں، کو شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حرف جار (مِنْ) کا استعمال کیا ہے جو تبعیض کا فائدہ دیتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے، اس میں سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے رغبت کرے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق عطا کیا ہے، یہ اس کا بہت معمولی

حصہ ہے' اس رزق کے حصول میں بندے کی قدرت کو کوئی دخل نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے حصول کو آسان نہ بناتا اور اس کو عطا نہ کرتا تو بندہ اسے حاصل نہ کرسکتا..... پس اے وہ شخص! جس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نوازا گیا ہے' اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو خرچ کر' اللہ تعالیٰ تجھ پر خرچ کرے گا اور اپنے فضل سے تیرے رزق میں اضافہ کرے گا۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا
اور قربانی کے اونٹ بنایا ہے ہم نے انہیں تمہارے لئے اللہ (کی عظمت) کی نشانیوں میں سے' تمہارے لئے انمیں بہت بھلائی ہے، پس یاد کرو تم
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا
نام اللہ کا ان پر صف بستہ (کھڑا کرکے) پھر جب گر جائیں (زمین پر) ان کے پہلو تو تم کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ
الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لَنْ
بے سوالی محتاج اور سوالی (ضرورت مند) کو، اسی طرح تابع کر دیا ہم نے ان (چوپایوں) کو تمہارے لئے تاکہ تم شکر کرو ○ ہرگز نہیں
يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ
پہنچیں گے اللہ کو ان کے گوشت اور نہ ان کے خون لیکن پہنچے گا اسے تقویٰ تمہارا' اسی طرح
سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٧﴾
اللہ نے تابع کر دیا انکو واسطے تمہارے تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ کی اوپر اسکے کہ اس نے ہدایت دی تمہیں، اور خوشخبری سنا دیجئے نیکی کرنیوالوں کو ○

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ ''شعائر'' دین کی تمام ظاہری علامات میں عام ہے۔ گزشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ یہاں آگاہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ شعائر میں (اَلْبُدْن) بھی داخل ہیں۔ ایک قول کے مطابق ''بُدن'' وہ اونٹ اور گائے وغیرہ ہیں جن کو قربانی کے لئے بڑا اور موٹا کیا جائے اور ان کو اچھا جانا جائے۔ ﴿لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ﴾ یعنی قربانی دینے والے کے لئے اس میں بھلائی ہے یعنی اس میں سے کھانا' صدقہ کرنا' اس سے متمتع ہونا اور اجر و ثواب' سب بھلائی ہے ﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا﴾ یعنی ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھ کر ان کو ذبح کیا کرو۔ ﴿صَوَآفَّ﴾ یعنی کھڑے ہونے کی حالت میں ان کو ذبح کرو۔ ان کو چاروں پاؤں پہ کھڑا کرو پھر ان کا اگلا بایاں پاؤں باندھ دو اور پھر ان کو نحر کرو۔

﴿فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا﴾ جب ان کے پہلو زمین پر ٹک جائیں' پھر قصاب ان کو زمین پر گرا کر اس کی کھال وغیرہ اتار دے تب یہ جانور کھائے جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا﴾ ''پس تم کھاؤ اس سے۔'' یہ قربانی کرنے والے سے خطاب ہے۔ پس اس کا اپنی قربانی کا گوشت کھانا جائز ہے۔ ﴿وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ

﴿وَالْمُعْتَرَّ﴾ یعنی اس محتاج کو بھی گوشت کھلاؤ جو قناعت اور عفت پسندی کی بنا پر سوال نہیں کرتا اور اس فقیر کو بھی قربانی کا گوشت دو جو اس کا سوال کرتا ہے۔ ہر ایک کا حق ہے۔

﴿كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ﴾ یعنی ہم نے ان قربانیوں کو تمہارے لئے مسخر کیا ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ تاکہ ان کی تسخیر پر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے لئے مسخر نہ کیا ہوتا تو تم میں ان کو مسخر کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا مطیع بنایا' تم پر رحم اور احسان کرتے ہوئے ان کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ پس اسی کی حمد و ثنا بیان کرو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا﴾ یعنی ان کو فقط ذبح کرنا مقصود نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے بے نیاز اور قابل ستائش ہے اس کے پاس تو صرف بندوں کا اخلاص' ثواب کی امید اور صالح نیت پہنچتی ہے' اس لئے فرمایا: ﴿وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ ''لیکن اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' پس اس آیت کریمہ میں قربانی میں اخلاص کی ترغیب دی گئی ہے۔ قربانی کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب ہو' اس کا مقصد تفاخر' ریاکاری' شہرت کی خواہش یا محض عادت نہ ہو۔ اسی طرح دیگر تمام عبادات کے ساتھ اگر اخلاص اور تقویٰ مقرون نہ ہوں تو وہ اسی چھلکے کی مانند ہیں جس کے اندر مغز نہ ہو اور اس کی مثال اس جسد کی سی ہے جس کے اندر روح نہ ہو۔

﴿كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ﴾ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر کرو ﴿عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ یعنی اس بنا پر کہ اس نے تمہیں ہدایت سے نوازا ہے کیونکہ وہ کامل ترین ثنا' جلیل ترین حمد اور بلند ترین تعظیم کا مستحق ہے۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور خوشخبری دے دو نیکی کرنے والوں کو۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں گویا وہ اسے دیکھ رہے ہیں' اگر وہ اس درجہ پر فائز نہیں تو عبادت کے وقت یہ اعتقاد رکھتے ہوئے عبادت کرتے ہیں کہ اللہ ان سے مطلع ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے' وہ اس کے بندوں سے ہر لحاظ سے اچھے سلوک سے پیش آتے ہیں' یعنی ان کو مالی فائدہ یا علمی فائدہ پہنچاتے ہیں یا انہیں منصب اور جاہ کے ذریعے سے کوئی فائدہ دیتے ہیں' یا ان کی خیر خواہی کرتے ہیں' یا ان کو کسی نیکی کا حکم دیتے ہیں یا ان کو کسی برائی سے روک دیتے ہیں' یا انہیں کوئی اچھی بات کہہ دیتے ہیں یہ تمام چیزیں ''احسان'' کے زمرے میں آتی ہیں۔

پس احسان کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں سعادت کی خوشخبری ہے۔ جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادات میں احسان کو مدنظر رکھا' اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے گا' جیسا کہ فرمایا: ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ٦٠/٥٥) ''احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور ہے؟'' اور فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ (یونس: ٢٦/١٠) ''جو احسان کے طریقے پر کار بند ہوئے ان

کے لئے احسان ہے اور کچھ زیادہ ہے۔'' (یعنی دیدارِ الٰہی)

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝٣٨ۧ ع

بلاشبہ اللہ دور کرتا ہے (دشمنوں کو) ان لوگوں سے جو ایمان لائے' بے شک اللہ نہیں پسند کرتا ہر خیانت کرنیوالے، ناشکرے کو ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لئے خوشخبری اور وعدہ ہے کہ وہ ہر تکلیف دہ معاملے میں ان کی مدافعت کرے گا' یعنی وہ ان کے ایمان کے سبب سے کفار کے ہر قسم کے شر سے' شیطان کے وسوسوں کے شر سے اور خود ان کے اپنے نفس اور برے اعمال کے شر سے ان کی مدافعت کرے گا۔ مصائب کے نزول کے وقت جن کا بوجھ اٹھانے سے وہ قاصر ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے یہ بوجھ اٹھائے گا اور انتہائی حد تک ان کے بوجھ کو ہلکا کر دے گا۔ ہر مومن اپنے ایمان کے مطابق اس فضیلت اور مدافعت سے بہرہ ور ہوگا۔ کسی کو کم حصہ ملے گا کسی کو زیادہ۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ ﴾ اللہ تعالیٰ امانت میں خیانت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا' جو اس نے اس کے سپرد کی ہے۔ پس خائن اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی کرتا ہے' ان میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اور مخلوق کے حقوق میں بھی خیانت کرتا ہے ﴿ كَفُوْرٍ ﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا' اللہ تعالیٰ اس پر احسان کرتا ہے اور یہ خائن جواب میں کفر اور عصیان پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو کبھی پسند نہیں کرتا بلکہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ وہ عنقریب اسے اس کے کفر اور خیانت کی سزا دے گا۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر امانت دار شخص سے' جو اپنی امانت کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے مولا کا شکر گزار ہے' محبت کرتا ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ۝٣٩ۙ

اجازت دی گئی ہے (جہاد کی) ان لوگوں کو کہ لڑائی کیے جاتے ہیں وہ بسبب اسکے کہ بیشک وہ مظلوم ہیں اور بلاشبہ اللہ انکی مدد کرنے پر البتہ خوب قادر ہے ○

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا

وہ لوگ جو نکالے گئے اپنے گھروں سے بغیر حق کے، صرف ان کے یہ کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر نہ ہوتا

دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ

دور کرنا اللہ کا لوگوں کو انکے ایک کو دوسرے کے ذریعے سے تو البتہ ڈھا دیے جاتے راہبوں کے خلوت خانے اور گرجے، اور عبادت خانے یہودیوں کے،

وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ

اور مسجدیں کہ ذکر کیا جاتا ہے ان میں نام اللہ کا بہت اور البتہ ضرور مدد کرے گا اللہ اس کی جو مدد کرے گا اس (کے دین) کی،

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝٤٠ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

بے شک اللہ البتہ بہت قوت والا، غالب ہے ○ وہ لوگ کہ اگر ہم قدرت دیں ان کو زمین میں تو وہ قائم کریں نماز

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

اور ادا کریں زکوۃ اور وہ حکم دیں اچھے (نیک) کاموں کا اور روکیں برے کاموں سے اور اللہ ہی کے اختیار میں ہے انجام تمام امور کا O

اسلام کی ابتداء میں مسلمانوں کو کفار کے خلاف جنگ کرنے کی ممانعت تھی اور ان کو صبر کرنے کا حکم تھا' اس میں حکمت الٰہیہ پوشیدہ تھی۔ جب انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ستایا گیا اور مدینہ منورہ پہنچ کر انہیں طاقت اور قوت حاصل ہوگئی تو انہیں کفار کے خلاف جہاد کی اجازت دیدی گئی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے کافر لڑائی کرتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے قبل مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہ تھی پس اللہ نے انہیں ان لوگوں کے خلاف جہاد اور جنگ کی اجازت مرحمت فرمادی جو ان کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور انہیں کفار کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت صرف اس لئے ملی کیونکہ ان پر ظلم ڈھائے گئے' انہیں ان کے دین سے روکا گیا' دین کی وجہ سے ان کو اذیتیں دی گئیں اور ان کو ان کے گھروں اور وطن سے نکال دیا گیا۔ ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ﴾ ''اور اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قادر ہے۔'' اس لئے اہل ایمان اسی سے نصرت طلب کریں اور اسی سے مدد مانگیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے ظلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ﴾ یعنی ان کو اذیتوں اور فتنے میں مبتلا کر کے اپنے گھروں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا ﴿بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ﴾ یعنی ناحق اور ان کا گناہ اس کے سوا کچھ نہیں جس کی بنا پر ان کے دشمن ناراض ہو کر ان کو سزا دینے پر تلے ہوئے ہیں کہ وہ ﴿اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے' یعنی ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں اور دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے' اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا گناہ ہے تو وہ ضرور گنہگار ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ (البروج: ۸۵/۸) ''وہ اہل ایمان سے صرف اس بات پر ناراض ہیں کہ اللہ تعالیٰ غالب اور قابل ستائش پر ایمان لاتے ہیں۔''

یہ آیت کریمہ جہاد کی حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ جہاد کا مقصد اقامت دین یا اہل ایمان کا کفار کی اذیتوں' ان کے ظلم اور ان کی تعدی سے دفاع کرنا ہے جو اہل ایمان پر ظلم و زیادتی کی ابتدا کرتے ہیں' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ممکن بنایا جائے اور دین کے تمام ظاہری قوانین کو نافذ کیا جائے' اس لئے فرمایا: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا۔'' پس اللہ تعالیٰ مجاہدین فی سبیل اللہ کے ذریعے سے کفار کی ریشہ دوانیوں کا سد باب کرتا ہے۔ ﴿لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ﴾ یعنی یہ بڑے بڑے معابد منہدم کر دیئے جاتے' جو اہل کتاب کے مختلف گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں

مثلاً یہود و نصاریٰ کے معابد اور مسلمانوں کی مساجد۔

﴿ یُذْكَرُ فِیْهَا ﴾ ’’ذکر کیا جاتا ہے ان میں‘‘ یعنی ان عبادت گاہوں میں ﴿ اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ﴾ ’’اللہ کا نام بہت زیادہ۔‘‘ یعنی ان عبادت گاہوں کے اندر نماز قائم کی جاتی ہے‘ کتب الٰہیہ کی تلاوت ہوتی ہے اور مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ روکے‘ تو کفار مسلمانوں پر غالب آجائیں‘ انکے معابد کو تباہ کر دیں اور دین کے بارے میں انکو آزمائش میں مبتلا کر دیں۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جہاد جارح کی جارحیت اور ایذا رسانی کا سدباب کرنے اور بعض دیگر مقاصد کے لئے مشروع کیا گیا ہے‘ نیز یہ اس امر کی بھی دلیل ہے کہ وہ شہر جہاں امن اور اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے‘ اس کی مساجد آباد ہیں جہاں دین کے تمام شعائر قائم ہیں‘ یہ مجاہدین کی فضیلت اور ان کی برکت کی وجہ سے ہے۔ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے کفار کی ریشہ دوانیوں کا سدباب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴾ (البقرۃ: ٢/ ٢٥١) ’’اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ ہٹاتا رہے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے‘ مگر اللہ تعالیٰ جہان والوں پر بڑا ہی فضل کرتا ہے۔‘‘

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ ہم آج کل مسلمانوں کی مساجد کو آباد دیکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان مساجد میں ایک چھوٹی سی امارت اور ایک غیر منظم حکومت قائم ہوتی ہے حالانکہ ان پر اردگرد کے فرنگیوں کے خلاف جہاد لازم ہے بلکہ ہم ایسی مساجد بھی دیکھتے ہیں جو کفار کی حکومت اور ان کے انتظام کے تحت آباد ہیں۔ اہل مسجد پر امن اور مطمئن ہیں حالانکہ کافر حکومتوں کو قدرت اور طاقت حاصل ہے کہ وہ ان مساجد کو منہدم کر دیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ ہٹائے تو یہ معابد منہدم کر دیئے جائیں اور ہم نے تو لوگوں کو ایک دوسرے کو ہٹاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس اعتراض اور اشکال کا جواب‘ اس آیت کریمہ کے عموم میں داخل اور اس کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔ جو کوئی زمانۂ جدید کی حکومتوں کے حالات اور ان کے نظام کی معرفت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ان حکومتوں کے تحت زندگی بسر کرنے والا ہر گروہ اور ہر قوم کو‘ اس مملکت کا رکن‘ اس کے اجزائے حکومت میں سے ایک جزو تصور کیا جاتا ہے خواہ یہ گروہ اپنی تعداد کی بنا پر اقتدار میں ہو‘ خواہ اپنی حربی استعداد یا مال‘ یا علم یا خدمات کی بنا پر اقتدار میں شریک ہو۔ حکومتیں اس گروہ کے دینی اور دنیاوی مصالح و مفادات کی رعایت رکھتی ہیں اور اس بات سے ڈرتی ہیں کہ اگر انہوں نے ان کے مصالح کی رعایت نہ رکھی تو حکومت کے انتظام میں خلل واقع ہو جائے گا اور حکومت کے بعض ارکان مفقود ہو جائیں گے۔ پس اس سبب سے دین کے معاملات قائم ہیں۔ خاص طور پر مساجد کا نظم و

نسق...... اَلْحَمْدُلِلّٰه...... بہترین طریقے سے ہو رہا ہے حتیٰ کہ بڑے بڑے ممالک کے دارالحکومتوں میں مساجد کا انتظام انتہائی اچھے طریقے سے چل رہا ہے۔ ان ممالک کی حکومتیں، اپنی مسلمان رعایا کی دل جوئی کی خاطر اس بات کا پورا خیال رکھتی ہیں، حالانکہ ان نصرانی ممالک کے درمیان آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بغض اور حسد موجود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ بغض اور حسد ان کے درمیان روز قیامت تک موجود رہے گا۔

پس مسلمان حکومت، جو اپنا دفاع کرنے کی طاقت نہیں رکھتی، ان کے آپس کے افتراق اور حسد کی وجہ سے ان کی جارحیت سے محفوظ رہتی ہے۔ کوئی ملک اس مسلمان ملک کے خلاف اس خوف سے جارحیت کا ارتکاب کرنے کی قدرت نہیں رکھتا کہ وہ کسی اور ملک کی حمایت اور مدد حاصل کرے گا۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کا مشاہدہ کروائے جس کا اس نے اپنی کتاب میں وعدہ کر رکھا ہے اور دین کی طرف مسلمانوں کے رجوع کی ضرورت کے شعور کے اجاگر ہونے کی بنا پر اس نصرت کے اسباب ظاہر ہو گئے ہیں...... وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ...... اور یہ شعور عمل کی پر بنیاد ہے لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی نعمت کا اتمام کرے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا جو واقع کے مطابق سچ ثابت ہوا، فرمایا: ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ یعنی وہ پوری قوت کا مالک اور غالب ہے اس کے سامنے کسی کی کوئی مجال نہیں۔ وہ تمام مخلوق پر غالب ہے ان کی پیشانیاں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ پس اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ کہ اگرچہ تم تعداد اور ساز و سامان کے اعتبار سے کمزور ہو اور تمہارا دشمن طاقتور ہے مگر تمہیں قوت والی اور غالب ہستی پر بھروسہ اور اس ذات پر اعتماد ہے جس نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو تخلیق کیا۔

پس وہ تمام اسباب اختیار کرو جن کو استعمال کرنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾ (محمد: ٧/٤٧) ”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔“ اے مسلمانو! ایمان اور عمل صالح کی خاطر اٹھ کھڑے ہو! ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ﴾ (النور: ٥٥/٢٤) ”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین کی خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو زمین کی خلافت عطا کی تھی، ان کے دین کو ان کے لئے مستحکم کر دے گا، جسے اللہ نے ان کے

لئے پسند فرمایا ہے' ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا' وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی علامت بیان فرمائی ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں۔ یہی علامت ان کی پہچان ہے اور جو کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی مدد کرتا ہے مگر وہ اس وصف سے متصف نہیں ہوتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ علامت بیان فرمائی ہے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ یعنی اگر ہم ان کو زمین کا مالک بنا دیں اور ان کو زمین کا تسلط بخش دیں اور کوئی ان کی معارضت اور مخالفت کرنے والا باقی نہ رہے ﴿اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ تو وہ نماز کے اوقات میں نماز کو اس کی تمام حدود' ارکان' شرائط' جمعہ اور جماعت کے ساتھ قائم کرتے ہیں ﴿وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔'' جو ان پر خاص طور پر اور رعایا پر عام طور پر واجب ہے' یہ زکوۃ وہ مستحقین کو ادا کرتے ہیں ﴿وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ﴾ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں۔ (معروف) ہر اس کام کو شامل ہے جو عقلاً اور شرعاً حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اعتبار سے نیک ہو۔ ﴿وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''اور برائی سے وہ روکتے ہیں۔'' ہر برائی جس کی قباحت شرعاً اور عقلاً معروف ہو (منکر) کہلاتی ہے۔

کسی چیز کے حکم دینے اور اس کے منع کرنے میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہ ہو۔ پس جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تعلیم و تعلم پر موقوف ہے تو لوگوں کو تعلیم اور تعلم پر مجبور کرتے ہیں اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' شرعی طور پر مقرر کردہ یا غیر مقرر کردہ تادیب پر موقوف ہو' مثلاً مختلف قسم کی تعزیرات تو انہیں قائم کرتے ہیں۔ جب یہ معاملہ اس بات پر موقوف ہو کہ لوگ کچھ امور کے خوگر ہوں جن کے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اتمام ممکن نہیں تو ان پر ان امور کو لازم کیا جائے گا اور اسی طرح معاملات ہیں کہ ان کے بغیر اگر امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ممکن نہ ہو' تو ان کا اہتمام ضروری ہوگا۔

﴿وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ یعنی تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اچھا انجام تقویٰ ہی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن بادشاہوں کو بندوں پر تسلط بخشا اور انہوں نے اللہ کے حکم کو نافذ کیا ان کی حالت رشد و ہدایت پر مبنی اور ان کی عاقبت قابل ستائش ہے۔ اور وہ بادشاہ' جو جبر سے لوگوں پر مسلط ہو جاتا ہے پھر وہ اپنی خواہشات نفس کو ان پر نافذ کرتا ہے' تو اقتدار اگرچہ ایک مقررہ وقت تک اس کے پاس رہتا ہے تاہم اس کا انجام ناقابل ستائش' اس کی حکومت نامقبول اور اس کی عاقبت مذموم ہے۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝٤٢

اور اگر وہ جھٹلائیں آپ کو تو تحقیق جھٹلایا ہے ان سے پہلے قوم نوح نے، اور عاد اور ثمود نے ○

وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝٤٣ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى

اور قوم ابراہیم اور قوم لوط نے ○ اور اہل مدین نے بھی، اور جھٹلائے گئے موسیٰ بھی'

فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٤﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ
پس مہلت دی میں نے کافروں کو، پھر میں نے پکڑا ان کو پس کیسا تھا میرا عذاب؟ ○ پس کتنی ہی
قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ
بستیاں ہیں کہ ہلاک کر دیا ہم نے ان کو اور وہ ظالم تھیں، پس وہ گری پڑی ہیں اوپر اپنی چھتوں کے، اور (کتنے ہی) کنویں ہیں
مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿٤٥﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ
ناکارہ پڑے ہوئے اور (کتنے ہی) محل ہیں مضبوط (ویران)؟○ کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں؟ کہ ہوتے ان کیلئے دل کہ
يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ
سمجھتے وہ انکے ساتھ، یا (ہوتے ان کے) کان کہ وہ سنتے ان کے ساتھ؟ پس بلاشبہ قصہ یہ ہے کہ نہیں اندھی ہوتیں آنکھیں لیکن
تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾
اندھے ہوتے ہیں دل، وہ جو سینوں میں ہیں ○

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر یہ مشرکین آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ کوئی پہلے رسول نہیں ہیں جس کو جھٹلایا گیا ہو اور یہ امت بھی کوئی پہلی امت نہیں جس نے اپنے رسول کو جھٹلایا ہے۔ ﴿فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ○ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوْسٰى﴾ ''بلاشبہ ان سے پہلے قوم نوح نے' عاد و ثمود نے' قوم ابراہیم و قوم لوط نے اور اصحاب مدین (قوم شعیب) نے رسولوں کو جھٹلایا' موسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی گئی۔'' ﴿فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ یعنی تکذیب کرنے والوں کو میں نے ڈھیل دی۔ ان کو سزا دینے میں میں نے جلدی نہ کی' یہاں تک کہ وہ اپنی سرکشی پر جمے رہے اور اپنے کفر و شر میں بڑھتے ہی چلے گئے ﴿ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ﴾ پھر میں نے ان کو غالب اور قدرت رکھنے والی ہستی کی طرح عذاب کے ذریعے سے گرفت میں لے لیا۔ ﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ پھر دیکھا ان کے کفر اور ان کی تکذیب پر میری نکیر کیسی تھی اور اس کا کیسا حال تھا۔ ان کے لئے بدترین سزا اور قبیح ترین عذاب تھا۔ ان میں سے بعض کو غرق کر دیا گیا' بعض کو ایک چنگھاڑ نے آلیا اور بعض طوفانی ہوا کے ذریعے ہلاک کر دیئے گئے' بعض کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور بعض کو چھتری والے دن کے عذاب کے ذریعے سے ہلاک کیا گیا' لہٰذا تکذیب کرنے والوں کو ان قوموں سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو بھی وہی عذاب آلے جو گزشتہ بدکردار قوموں پر نازل ہوا یہ ان سے بہتر نہیں ہیں اور نہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں ہی میں براءت کی کوئی ضمانت ہے۔

ان جیسے کتنے ہی لوگ ہیں جن کو عذاب سے ہلاک کیا گیا' اس لئے فرمایا: ﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ﴾ یعنی کتنی ہی بستیاں ہیں ﴿اَهْلَكْنٰهَا﴾ جن کو ہم نے دنیاوی رسوائی کے ساتھ سخت عذاب کے ذریعے سے ہلاک

کیا۔ ﴿وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ اوران کی حالت یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار اور رسول کی تکذیب کر کے ظلم کا ارتکاب کیا تھا۔ ان کے لئے ہماری سزا ظلم نہ تھا۔ ﴿فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا﴾ پس ان کے گھر منہدم ہو کر اجڑے پڑے ہیں' ان کے محل اور عمارتیں اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں۔ کبھی یہ آباد تھیں اب ویران پڑی ہیں' کبھی اپنے رہنے والوں کے ساتھ معمور تھیں اب وہاں وحشت ٹپکتی ہے۔

﴿وَبِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ﴾ کتنے ہی کنویں ہیں جہاں کبھی پانی پینے اور مویشیوں کو پلانے کے لئے لوگوں کا اژدحام ہوا کرتا تھا۔ اب ان کنوؤں کے مالک مفقود اور پانی پینے والے معدوم ہیں' کتنے ہی محل اور قصر ہیں جن کے لئے ان کے رہنے والوں نے مشقت اٹھائی ان کو چونے سے مضبوط کیا' ان کو بلند کیا' ان کو محفوظ کیا اور ان کو خوب سجایا مگر جب اللہ کا حکم آ گیا تو کچھ بھی ان کے کام نہ آیا اور یہ محل خالی پڑے رہ گئے اور ان میں رہنے والے عبرت پکڑنے والوں کے لئے سامان عبرت اور فکر و نظر رکھنے والوں کے لئے مثال بن گئے۔

بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو زمین میں چلنے پھرنے کی دعوت دی ہے تاکہ وہ غور و فکر کریں اور عبرت پکڑیں' چنانچہ فرمایا: ﴿اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ﴾ کیا وہ اپنے قلب و بدن کے ساتھ زمین میں چلے پھرے نہیں۔ ﴿فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کو سمجھتے اور عبرت کے لئے ان میں غور و فکر کرتے۔ ﴿اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا﴾ یعنی گزرے ہوئے لوگوں کے واقعات اور جن قوموں پر عذاب نازل کیا گیا ان کی خبریں سنتے...... ورنہ محض آنکھوں اور کانوں سے سننا اور تفکر اور عبرت سے خالی ہو کر زمین میں چلنا پھرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا اور نہ اس سے مطلوب کا حصول ممکن ہے' اسی لئے فرمایا: ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ﴾ یعنی یہ اندھا پن جو دین کے لئے ضرر رساں ہے' درحقیقت حق کے بارے میں قلب کا اندھا پن ہے حتیٰ کہ جیسے بصارت کا اندھا مرئیات کا مشاہدہ نہیں کر سکتا اسی طرح بصیرت کا اندھا حق کا مشاہدہ کرنے سے عاری ہے لیکن بصارت کا اندھا تو صرف دنیاوی منفعت تک پہنچنے سے محروم ہے۔

وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ وَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ

اور وہ (لوگ) جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے عذاب کو، اور ہرگز نہیں خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے کے' اور بلاشبہ ایک دن نزدیک

رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَمۡلَيۡتُ لَهَا

آپکے رب کے مانند ایک ہزار سال کے ہے ان (دنوں) سے جو تم گنتے ہو ○ اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ مہلت دی میں نے انکو

وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذۡتُهَا ۚ وَاِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ ﴿۴۸﴾ ع

جبکہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے پکڑا ان کو، اور میری طرف ہی (سب کی) واپسی ہے ○

عذاب کی تکذیب کرنے والے' اپنی جہالت' ظلم' عناد' اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے اور اس کے رسولوں کی تکذیب

کرتے ہوئے آپ ﷺ سے جلدی عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ عذاب کا جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گا کوئی روکنے والا اس کو روک نہیں سکتا۔ رہا اس عذاب کا جلدی آنا' تو اے محمد! (ﷺ) یہ آپ کے اختیار میں نہیں ان کے جلدی مچانے اور ہمیں عاجز گردانے پر' آپ ﷺ کو ہلکا نہ سمجھیں' قیامت کا دن ان کے سامنے ہے' جس میں اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو اکٹھا کرے گا' ان کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی اور ان کو دردناک عذاب میں ڈالا جائے گا' اس لئے فرمایا: ﴿ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴾ یعنی قیامت کا دن اپنی طوالت' اپنی شدت اور اپنی ہولناکی کی وجہ سے ہزار برس کا لگے گا...... لہذا خواہ ان پر دنیا کا عذاب نازل ہو جائے یا آخرت تک عذاب کو موخر کر دیا جائے یہ دن تو بہر طور ان پر آ کر رہے گا۔

اور یہ احتمال بھی ہے کہ مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نہایت حلم والا ہے' پس اگر وہ عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو (انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دن تمہارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہے۔ پس یہ مدت خواہ تم اس کو کتنا ہی لمبا کیوں نہ سمجھو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کتنا ہی دور کیوں نہ سمجھو' اللہ تعالیٰ بہت طویل مدتوں تک مہلت عطا کرتا رہتا ہے مگر حساب لئے بغیر' بے فائدہ نہیں چھوڑتا حتیٰ کہ جب وہ ظالموں کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیتا ہے' تو پھر ان کو چھوڑتا نہیں۔

﴿ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا ﴾ یعنی میں نے ایک طویل مدت تک ان کو مہلت دی ﴿ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ﴾ یعنی ان کے ظلم کے باوجود' اور ان کا ظلم میں سبقت کرنا ہمارے عذاب میں جلدی کا موجب نہ بنا ﴿ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ﴾ پھر میں نے ان کو عذاب کی گرفت میں لے لیا۔ ﴿ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾ دنیا میں ان پر عذاب نازل کرنے کے باوجود' انہیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں عذاب دے گا۔ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے فریب نہ کھائیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے سے بچیں۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا

کہہ دیجئے' اے لوگو! یقیناً میں تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں کھلم کھلا ○ پس وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا

اور انہوں نے عمل کئے نیک، ان کے لئے مغفرت ہے اور روزی عزت والی ○ اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی

فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾

ہماری آیتوں (کے جھٹلانے) میں (ہمیں) عاجز کرنے کے لئے، وہی لوگ ہیں جہنمی ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول محمد مصطفی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہیں کہ وہ اللہ

تعالیٰ کے رسول برحق ہیں، اہل ایمان کو ثواب کی خوشخبری سنانے والے اور کافروں اور ظالموں کو اس کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ ﴿مُّبِيْنٌ﴾ یعنی واضح طور پر ڈرانے والے ہیں۔ ''انذار'' سے مراد ایسا ڈرانا ہے جس میں اس امر سے بھی خبردار کیا گیا ہو جس سے ڈرانا مقصود ہے کیونکہ آپ ﷺ نے جس امر سے ان کو ڈرایا، اس کی صداقت پر روشن اور واضح دلائل قائم کئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس انذار اور تبشیر کی تفصیل بیان فرمائی ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ ''اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے مغفرت ہے۔'' یعنی ان سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے۔ ﴿وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ اس سے مراد جنت ہے، یعنی رزق کی اقسام میں بہترین قسم، جو تمام فضائل کی جامع اور تمام کمالات سے بڑھ کر ہے۔

آیت کریمہ کا حاصل معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور یہ ایمان ان کے دلوں میں گھر کر گیا اور پھر ایمان صادق بن گیا...... اور اس ایمان کے ساتھ انہوں نے نیک کام بھی کئے، ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان گناہوں کی مغفرت ہے جو ان سے واقع ہو گئے تھے اور ان کے لئے جنت میں بہترین رزق ہو گا اور یہ رزق تمام فضائل و کمالات کا جامع ہو گا ﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ﴾ ''وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو پست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' یعنی جو بزعم خود اللہ تعالیٰ کی آیات کو نیچا دکھانے کے لئے بڑھ چڑھ کر کوشش کرتے ہیں یہ امید رکھتے ہوئے کہ اسلام کے خلاف ان کی سازش کامیاب ہو جائے گی۔ ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''یہی لوگ'' جو آیات الٰہی کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنے سے متصف ہیں۔'' ﴿اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ ''جہنمی ہیں۔'' یعنی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے اور ہر وقت وہیں رہیں گے۔ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہو گی نہ لحہ بھر کے لئے یہ دردناک عذاب ان سے ہٹایا جائے گا۔

حاصل معنی یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں اور بزعم خود اہل ایمان کو نیچا دکھانے کے لئے ان کی مخالفت اور ان سے دشمنی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنا مقصد حاصل کر لیں گے، یہ لوگ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جب وہ تلاوت کرتا تو ڈال دیتا شیطان

فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ

اسکی تلاوت میں (کچھ اپنی طرف سے) پس مٹا دیتا اللہ اس (وسوسے) کو جو ڈالتا شیطان، پھر محکم (پختہ) کر دیتا اللہ اپنی آیتیں

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۙ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ

اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے ○ تاکہ بنا دے اللہ اس کو جو ڈالتا ہے شیطان آزمائش ان لوگوں کے لئے کہ

فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡقَاسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿ۙ۵۳﴾

ان کے دلوں میں روگ ہے، اور وہ جو سخت ہیں دل ان کے، اور بے شک ظالم تو (پڑے ہوئے) ہیں مخالفت میں دور کی ○

وَّ لِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اَنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَیُؤۡمِنُوۡا بِہٖ فَتُخۡبِتَ

اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جو دیئے گئے علم، کہ بلاشبہ یہ (قرآن) حق ہے آپکے رب کی طرف سے، پس وہ ایمان لائیں اسکے ساتھ پھر جھک جائیں

لَہٗ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَہَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۴﴾

اس کے لئے ان کے دل اور بے شک اللہ البتہ ہدایت دینے والا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، طرف سیدھے راستے کی ○

وَ لَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡہُ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ السَّاعَۃُ بَغۡتَۃً اَوۡ

اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، شک میں اس (قرآن) سے، یہاں تک کہ آ جائے انکے پاس قیامت اچانک یا

یَاۡتِیَہُمۡ عَذَابُ یَوۡمٍ عَقِیۡمٍ ﴿۵۵﴾ اَلۡمُلۡکُ یَوۡمَئِذٍ لِّلّٰہِ ؕ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ ؕ

آ جائے ان پر عذاب بانجھ (بے برکت) دن کا ○ بادشاہی اس دن اللہ ہی کی ہوگی وہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان،

فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿۵۶﴾ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا

پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک، (وہ ہوں گے) باغات میں نعمتوں کے ○ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا

بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۵۷﴾ؑ

ہماری آیتوں کو، تو یہ لوگ، ان کے لئے ہے عذاب ذلیل کرنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور اپنے بندوں کے لئے جو کچھ اختیار کر رکھا ہے اس کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، نیز بیان فرماتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے ﴿مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی﴾ ”جو بھی رسول اور نبی گزرا، جب بھی اس نے تمنا کی“ یعنی قراءت کی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں کو نصیحت کرتا، ان کو معروف کا حکم دیتا اور منکر سے روکتا ﴿اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ﴾ ”تو شیطان اس کی تمنا میں القاء کر دیتا ہے۔“ یعنی اس کی قراءت میں ایسے امر سے فریب دینے کی کوشش کرتا جو اس قراءت کے مناقض (مخالف) ہوتا...... حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو تبلیغ رسالت کے ضمن میں معصوم رکھا ہے اور ہر چیز سے اپنی وحی کی حفاظت کی ہے تاکہ اس میں کوئی اشتباہ یا اختلاط واقع نہ ہو۔ مگر اس شیطانی القاء کو استقرار اور دوام نہیں ہوتا۔ یہ ایک عارض ہے جو پیش آتا ہے پھر زائل ہو جاتا ہے اور عوارض کے کچھ احکام ہیں اس لئے فرمایا: ﴿فَیَنۡسَخُ اللّٰہُ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اس القاء کو زائل کر کے باطل کر دیتا ہے اور واضح کر دیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات نہیں ہیں۔

﴿ثُمَّ یُحۡکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ﴾ یعنی پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم اور متحقق کر دیتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی آیات شیطانی القاء کے اختلاط سے محفوظ اور خالص رہتی ہیں۔ ﴿وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ﴾ اور

اللہ تعالیٰ کامل علم کا مالک ہے۔ وہ اپنے کمال علم سے اپنی وحی کی حفاظت کر کے شیطانی القاء کو زائل کر دیتا ہے۔ ﴿حَكِيمٌ﴾ وہ اشیاء کو ان کے لائق شان مقام پر رکھتا ہے۔ پس یہ اس کے کمال حکمت کا حصہ ہے کہ اس نے شیاطین کو القاء کا اختیار دیا تاکہ اس امر کا حصول ہو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِّيَجۡعَلَ مَا يُلۡقِي ٱلشَّيۡطَٰنُ فِتۡنَةً﴾ "تاکہ کر دے اللہ القائے شیطانی کو آزمائش۔" لوگوں کے دو گروہوں کے لئے فتنہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پروا نہیں اور یہ وہ لوگ ہیں ﴿لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ﴾ جن کے دلوں میں کمزوری ہے اور ان کے دلوں میں ایمان کامل اور تصدیق جازم معدوم ہیں۔ پس یہ القاء ایسے دلوں پر اثر کرتا ہے جن کے دلوں میں ادنیٰ سا شبہ بھی ہوتا ہے جب وہ اس شیطانی القاء کو سنتے ہیں تو شک و ریب ان کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے اور یہ چیز ان کے لئے فتنہ بن جاتی ہے۔ ﴿وَٱلۡقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمۡ﴾ یعنی (دوسرا گروہ) وہ لوگ ہیں جن کے دل سخت ہوتے ہیں۔ ان کی قساوت قلبی کی بنا پر کوئی وعظ و نصیحت اور کوئی زجر و توبیخ ان پر اثر کرتی ہے نہ اللہ اور اس کے رسول کی کوئی بات ان کی سمجھ میں آتی ہے۔ پس جب وہ شیطانی القاء کو سنتے ہیں تو اسے اپنے باطل کے لئے حجت بنا لیتے ہیں اور اس کو دلیل بنا کر جھگڑا کرتے ہیں اور پھر اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَإِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَفِي شِقَاقِۭ بَعِيدٍ﴾ یعنی یہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی، حق کے ساتھ عناد اور اس کی مخالفت میں راہ صواب سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ پس شیطان جو کچھ القاء کرتا ہے وہ ان دونوں قسم کے گروہوں کے لئے فتنہ بن جاتا ہے اور یوں ان کے دلوں میں جو خبث چھپا ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے۔

رہا تیسرا گروہ تو یہ شیطانی القاء ان کے حق میں رحمت بن جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿وَلِيَعۡلَمَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ أَنَّهُ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكَ﴾ "اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا کہ وہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے۔" اور اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سے نواز رکھا ہے، جس کے ذریعے سے وہ حق اور باطل، ہدایت اور گمراہی کے درمیان امتیاز کرتے ہیں۔ پس وہ دونوں امور میں تفریق کرتے ہیں، ایک حق مستقر ہے، جس کو اللہ محکم کرتا ہے اور دوسرا عارضی طور پر طاری ہونے والا باطل ہے، جس کو اللہ تعالیٰ زائل کر دیتا ہے، وہ حق و باطل کے شواہد اور علامات کے ذریعے سے ان میں تفریق کرتے ہیں...... تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے۔ وہ آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ اچھے اور برے نفوس میں چھپے ہوئے خیالات کو ظاہر کر دے۔

﴿فَيُؤۡمِنُواْ بِهِۦ﴾ تاکہ وہ اس سبب سے اس پر ایمان لائیں، اور معارضات و شبہات کے دور ہونے سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ﴿فَتُخۡبِتَ لَهُۥ قُلُوبُهُمۡ﴾ اور اس کے سامنے ان کے دل جھک جائیں اور اس کی حکمت کو تسلیم کر لیں اور یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ ﴿وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهَادِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ﴾ اللہ ان کو ان کے ایمان کے سبب سے راہ راست پر گامزن کرتا ہے، یعنی حق کے علم اور اس کے تقاضوں پر عمل کی

طرف راہ نمائی کرتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ قول ثابت کے ذریعے سے اہل ایمان کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدمی عطا کرتا ہے......اور یہ نوع' بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ثابت قدمی ہے۔

ان آیات کریمہ میں اس امر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے گزشتہ انبیاء و مرسلین کا طریقہ ایک نمونہ ہے۔نبی اکرم ﷺ نے سورۃ ''النجم'' تلاوت فرمائی تو جب آپ ﷺ اس مقام پر پہنچے ﴿اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى﴾ (النجم:٥٣/ ١٩' ٢٠) ''بھلا تم لوگوں نے لات اور عزیٰ کو دیکھا اور تیسرے منات کو بھی (بھلا یہ بت معبود ہو سکتے ہیں؟'' تو شیطان نے آپ کی تلاوت کے درمیان یہ الفاظ القاء کر دیئے۔ ((تِلۡکَ الۡغَرَانِيۡقُ الۡعُلٰى . وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرۡتَجٰى)) ''یہ خوبصورت اور بلند مرتبہ دیویاں ہیں جن کی سفارش کی توقع کی جا سکتی ہے۔'' اس طرح رسول اللہ ﷺ کو حزن و غم کا سامنا کرنا پڑا اور لوگ فتنہ میں مبتلا ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ ①

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کی حالت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ کفار ہمیشہ شک و ریب میں مبتلا رہیں گے۔اے محمد! (ﷺ) آپ جو کچھ ان کے پاس لے کر آئے ہیں کفار اپنے عناد اور اعراض کے باعث شک کرتے رہیں گے اور وہ اسی حال میں ہمیشہ رہیں گے ﴿حَتّٰى تَاۡتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً﴾ ''یہاں تک کہ ان کے پاس قیامت کی گھڑی اچانک آ جائے'' ﴿اَوۡ يَاۡتِيَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمٍ عَقِيۡمٍ﴾ ''یا ان کے پاس بانجھ دن کا عذاب آ جائے۔'' یعنی ایسے دن کا عذاب آ جائے' جس میں ان کے لئے کوئی بھلائی نہیں اور وہ قیامت کا دن ہے۔

جب قیامت کی گھڑی ان کے پاس آ جائے گی' یا وہ دن آ جائے گا تو ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے کفر کیا کہ وہ جھوٹے تھے۔وہ نادم ہوں گے جبکہ ان کی ندامت انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ کاش انہوں نے رسول پر ایمان لا کر اس کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔اس آیت میں کفار کو اپنے شک و شبہات اور افترا پردازی پر قائم رہنے سے ڈرایا گیا ہے۔

﴿اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذٍ﴾ ''بادشاہی اس دن۔'' یعنی قیامت کے روز ﴿لِّلّٰهِ﴾ ''صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔'' اور اس کے سوا کسی اور کا کوئی اقتدار و اختیار نہ ہوگا۔﴿يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ﴾ وہ ان کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کرے گا۔﴿فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ پس وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور جو کچھ رسول لے کر آئے' اس پر ایمان لائے ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ اور نیک عمل کئے تاکہ ان کے ذریعے سے اپنے ایمان کی سچائی کا ثبوت بہم پہنچائیں

---

① حدیث غرانیق موضوع اور باطل ہے۔محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''نصب المجانیق لنسف قصة الغرانيق'' میں سند اور متن دونوں اعتبار سے حدیث غرانیق کا بطلان واضح کیا ہے۔اور اس سے قبل شیخ محمد عبدہ نے بھی اس کے موضوع ہونے کی وضاحت کی ہے۔(از محقق)

﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''نعمت والے باغوں میں ہوں گے۔''یعنی انہیں قلب و روح اور بدن کی ایسی نعمت حاصل ہوگی جسے کوئی بیان کرنے والا بیان کرسکتا ہے نہ عقل اس کا ادراک کرسکتی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ اور وہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کیا ﴿وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ اور حق و صواب کی طرف راہ نمائی کرنے والی ہماری آیات کی تکذیب کی' ان سے روگردانی کی یا ان سے عناد رکھا ﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ان کے لئے' انتہائی شدید' المناک اور دلوں تک اتر جانے والا رسوا کن عذاب ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انبیاء و مرسلین اور اس کی آیات کی اہانت کی' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اہانت آمیز عذاب میں مبتلا کیا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ

اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کی راہ میں، پھر وہ قتل (شہید) کئے گئے یا وہ مر گئے البتہ ضرور رزق دے گا ان کو اللہ

رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝58 لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ

رزق بہت اچھا اور بلاشبہ اللہ، البتہ وہی ہے سب سے بہتر رزق دینے والا ○ البتہ ضرور داخل کریگا وہ انکو اس مقام میں کہ وہ پسند کرینگے اسے

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝59

اور بلاشبہ اللہ البتہ خوب جاننے والا بردبار ہے ○

یہ آیت کریمہ اس شخص کے لئے بہت بڑی بشارت ہے جس نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی' وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی نصرت کی خاطر اپنا گھر بار' مال اور اولاد چھوڑ کر وطن سے نکلا۔ اب یہ شخص خواہ اپنے بستر پر جان دے یا جہاد کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جائے' اللہ تعالیٰ پر اس کا اجر واجب ہوگیا ﴿لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ''اللہ تعالیٰ انہیں اچھا رزق عطا کرے گا'' عالم برزخ میں اور قیامت کے روز جنت میں داخل کرکے اچھے رزق سے نوازے گا۔ اس جنت میں آرام' خوشبوئیں' حسن' احسان اور قلب و بدن کی تمام نعمتیں جمع ہوں گی۔

اس میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کشادہ اور اچھے رزق کی ذمہ داری اٹھائی ہے' خواہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ بستر پر جان دے یا اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جائے' ان سب کے لئے رزق کی ضمانت ہے۔ اس لئے ہجرت کرنے والے کو یہ وہم لاحق نہ ہو کہ جب وہ اپنے گھر بار اور مال و اولاد کو چھوڑ کر نکلے گا تو محتاج ہو جائے گا کیونکہ اس کا رازق وہ ہے جو سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا ہے۔

یہ اسی طرح واقع ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا تھا۔ مہاجرین سابقین نے نصرت دین کی خاطر اپنا گھر بار' اولاد اور مال چھوڑ دیا' تو ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے بہت سے شہر فتح

کروائے' انہیں لوگوں پر اقتدار واختیار عطا کیا تو انہوں نے ان شہروں سے مال حاصل کیا اور اس مال کے ذریعے سے سب سے دولت مند ہو گئے اور انکا حال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق ہو گیا: ﴿ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ﴾ ''اور اللہ ان کو ایسی جگہ میں داخل فرمائے گا جس کو وہ پسند کریں گے۔''

اس سے مراد یا تو وہ شہر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح کئے' خاص طور پر مکہ مکرمہ' کیونکہ اہل ایمان مکہ مکرمہ میں نہایت مسرت اور رضا کی حالت میں داخل ہوئے تھے...... یا اس سے مراد آخرت کا رزق اور جنت میں داخل ہونا ہے۔ پس آیت کریمہ رزق کی دونوں اقسام یعنی رزق دنیا اور رزق آخرت دونوں کو جمع کرنے والی ہے لفظ کا اطلاق دونوں کے لئے درست اور معنی دونوں کے صحیح ہے۔ ان تمام معانی کے اطلاق سے کوئی امر مانع نہیں۔ ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ ﴾ اللہ تعالیٰ ظاہری اور باطنی' گزرے ہوئے اور آنے والے تمام امور کا علم رکھتا ہے۔ ﴿ حَلِيْمٌ ﴾ مخلوق اس کی نافرمانی کرتی ہے اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے مگر وہ کامل قدرت رکھنے کے باوجود سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ان کو پیہم رزق مہیا فرماتا اور اپنے فضل سے انہیں نوازتا ہے۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ

(بات) یہی ہے، اور جو شخص بدلہ لے مثل اسکے جو زیادتی کی گئی اسکے ساتھ، پھر ظلم کیا جائے اس پر تو البتہ ضرور مدد کرے گا اسکی

اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿٦٠﴾

اللہ بلاشبہ اللہ البتہ نہایت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے ○

جس شخص کے ساتھ زیادتی اور ظلم کا ارتکاب کیا گیا ہو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس ظالم کا مقابلہ ویسی ہی زیادتی کے ساتھ کرے۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس پر کوئی مواخذہ اور کوئی ملامت نہیں۔ پس اگر اس کے بعد بھی وہ اس پر زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس ظالم کی مدد کرے گا کیونکہ وہ اب مظلوم ہے' اس بنا پر اس کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانا جائز نہیں کیوں کہ اس نے اپنا حق وصول کر لیا ہے پس جب دوسرے سے اس کی برائی کا بدلہ لینے والا شخص اپنا بدلہ لینے کے بعد زیادتی کرے تو اس کے بعد اس پر پھر ظلم کیا جائے' اللہ تعالیٰ اس دوسرے کی (جو اب مظلوم ہے) مدد فرماتا ہے اور وہ مظلوم جو سرے سے بدلہ ہی نہ لے' تو اس کے لیے تو اللہ کی مدد بہت زیادہ قریب ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴾ ''بلاشبہ اللہ بہت معاف کرنے والا' بہت بخشنے والا ہے۔'' یعنی وہ گناہ گاروں کو معاف کر دیتا ہے۔ ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا' وہ ان کے گناہ بخش دیتا ہے اور ان گناہوں کو دور کر کے ان کے آثار بھی مٹا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی' دائمی اور وصف لازم ہے اور ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ عفو اور مغفرت کا معاملہ ہوتا ہے' اس لئے اے وہ مظلوم لوگو! جن کے خلاف جرم کیا گیا ہے' تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم معاف کر دو' درگزر سے کام لو اور بخش دو تا کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرے جو

تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ ﴿فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (الشوریٰ:۴۲/۴۰) ''جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ہاں واجب ٹھہرا۔''

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ

یہ اس لئے کہ بے شک اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ

اور (یہ کہ) بیشک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○ یہ اس لئے کہ بیشک اللہ، وہی حق ہے، اور جس کو وہ پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾

سوائے اس کے، وہ باطل ہے، اور (یہ کہ) بلاشبہ اللہ، وہی ہے بلند تر، بہت بڑا ○

وہ اللہ جس نے تمہارے لئے یہ اچھے اور انصاف پر مبنی احکام مشروع کئے ہیں' اپنی تقدیر اور تدبیر میں بہترین طریقے سے تصرف کرتا ہے' جو ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ﴾ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ پس وہ دن کے بعد رات کو اور رات کے بعد دن کو لاتا ہے اور وہ ان دونوں میں سے ایک کو بڑھاتا اور دوسرے میں اسی حساب سے کمی کرتا رہتا ہے' پھر اس کے برعکس پہلے میں کمی کرتا ہے اور دوسرے کو بڑھاتا ہے۔ پس دن رات کی اس کمی بیشی پر موسم مترتب ہوتے ہیں اور اسی پر شب و روز اور سورج چاند کے فوائد کا انحصار ہے' جو بندوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اور یہ مختلف مواسم ان کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ﴾ ''اور اللہ سننے والا ہے۔'' بندوں کی زبان کے اختلاف اور ان کی مختلف حاجات کے باوجود وہ ان کی چیخ و پکار میں ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ ﴿بَصِيْرٌ﴾ ''دیکھنے والا ہے۔'' وہ رات کی تاریکی میں' ٹھوس چٹان کے نیچے' سیاہ چیونٹی کو چلتے ہوئے دیکھتا ہے۔ ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ (الرعد:۱۳/۱۰) ''تم میں سے کوئی شخص خواہ بلند آواز سے بات کرے یا آہستہ اور کوئی رات کے اندھیروں میں چھپا ہوا ہو یا دن کے اجالے میں چل رہا ہو اس کے لئے سب برابر ہے۔''

﴿ذٰلِكَ﴾ یہ حکم اور احکام والی ہستی ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ وہ ثابت ہے جو ہمیشہ سے ہے' وہ زائل ہونے والی نہیں' وہ ''اول'' ہے اس سے پہلے کچھ نہ تھا وہ ''آخر'' ہے اس کے بعد کچھ نہیں' وہ کامل اسماء وصفات کا مالک' وعدے کا سچا' اس کا وعدہ حق ہے' اس سے ملاقات ہونا حق ہے' اس کا دین حق ہے' اس کی عبادت حق' نفع مند اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ ﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ اور اس کے سوا تم جن بتوں اور جمادات وحیوانات میں سے خود ساختہ خداؤں کو پکارتے ہو ﴿هُوَ الْبَاطِلُ﴾ وہ فی نفسہ باطل ہیں اور ان کی عبادت بھی باطل ہے کیونکہ یہ ایسی ہستی سے متعلق ہے جو مضمحل اور فانی ہے' لہٰذا وہ بھی اپنے باطل مقصد کی بنا پر باطل ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ وہ فی ذاتہ بلند ہے اس لئے وہ تمام مخلوقات سے بلند ہے وہ عالی قدر ہے اس لئے وہ اپنی صفات میں کامل ہے وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے وہ اپنی ذات اور اسماء وصفات میں بلند ہے۔ یہ اس کی عظمت و کبریائی ہے کہ قیامت کے روز زمین اس کے قبضۂ قدرت میں اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ پر لپٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ اس کی کبریائی ہے کہ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر محیط ہے یہ اس کی کبریائی ہے کہ تمام بندوں کی پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ اس کی مشیت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتے۔ وہ اس کے ارادے کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں نہ ساکن ہو سکتے ہیں۔

اس کی کبریائی کی حقیقت کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی مرسل۔ ہر صفت کمال وجلال' اور عظمت و کبریائی اس کے لئے ثابت ہے۔ اس کی یہ صفت کامل ترین اور جلیل ترین درجے پر ہے۔ یہ اس کی کبریائی ہے کہ زمین وآسمان والوں سے صادر ہونے والی عبادات کا مقصد وحید اس کی تعظیم و کبریائی کا اقرار اور اس کے جلال واکرام کا اعتراف ہے بنا بریں تکبیر تمام بڑی بڑی عبادات مثلاً نماز وغیرہ کا شعار ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بے شک اللہ ہی نے نازل کیا آسمان سے پانی، کہ ہو جاتی ہے (اس سے) زمین سرسبز، بلاشبہ

اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۚ ﴿٦٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اللہ نہایت باریک بین، باخبر ہے ○ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۧ ﴿٦٤﴾

اور بے شک اللہ، البتہ وہی بے پرواہ، قابل تعریف ہے ○

ع ٧/١٥

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آیات الٰہی میں تفکر و تدبر کی ترغیب ہے جو اس کی وحدانیت اور اس کے کمال پر دلالت کرتی ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ یعنی کیا تم نے چشم بصارت اور چشم بصیرت سے دیکھا نہیں؟ ﴿اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''بے شک اللہ اتارتا ہے آسمان سے پانی۔'' اس سے مراد بارش ہے جو پیاسی اور قحط زدہ زمین پر' جس کے کنارے غبار آلود اور اس میں موجود تمام درخت اور نباتات خشک ہو چکے ہوتے ہیں' نازل ہوتی ہے۔ پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے' ہر قسم کا خوبصورت لباس پہن لیتی ہے اور اس طرح زمین خوش منظر بن جاتی ہے۔ بلاشبہ وہ ہستی جس نے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا' مردوں کو ان کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد زندہ کرے گی۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ (اللطیف) سے مراد وہ ہستی ہے جو تمام اشیاء کے باطن' ان کے مخفی امور اور ان کے تمام بھیدوں کو خوب جانتی ہے' جو اپنے بندوں کو ان دیکھے راستوں سے بھلائی عطا کرتی ہے اور ان سے برائی کو دور کرتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو اپنے انتقام میں اپنی

قوت اور اپنی قدرت کاملہ کا نظارہ کرواتا ہے اور جب بندہ ہلاکت کے گڑھے پر پہنچ جاتا ہے تو اس پر اپنے لطف کا اظہار کرتا ہے۔ یہ بھی اس کے لطف و کرم کا حصہ ہے کہ وہ بارش ہونے کی جگہوں اور زمین کے سینے میں چھپے ہوئے بیجوں کو جانتا ہے۔ وہ بارش کے اس پانی کو اس بیج تک پہنچاتا ہے، جو مخلوق سے مخفی ہے پھر اس سے مختلف انواع کی نباتات اگاتا ہے۔ ﴿خَبِيْرٌ﴾ وہ تمام امور کے رازوں اور تمام سینوں کے بھیدوں کی خبر رکھتا ہے۔

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ یعنی جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قوت، حکمت اور اقتدار کامل سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ اس معاملے میں اس کے سوا کسی کو کوئی اختیار نہیں ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ﴾ یعنی وہ بذاتہ غنی ہے، جو ہر لحاظ سے غنائے مطلق و تام کا مالک ہے یہ اس کی غنائے کامل ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں وہ ذلت سے بچنے کے لئے ان کو مددگار بناتا ہے نہ قلت کو دور کرنے کے لئے ان کے ذریعے کثرت حاصل کرتا ہے۔ یہ اس کی غنائے تام ہے کہ اس کی کوئی بیوی ہے نہ اولاد۔ یہ اس کی غنا ہے کہ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے کسی لحاظ سے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں جس کی مخلوق محتاج ہوتی ہے، وہ مخلوق کو کھلاتا ہے کوئی اس کو نہیں کھلاتا۔ یہ اس کی غنا ہے کہ تمام مخلوق اپنے وجود میں آنے، اپنے تیار ہونے، اپنی امداد میں اور اپنے دین و دنیا میں اسی کی محتاج ہے۔

یہ اس کی غنائے تام ہے کہ اگر آسمانوں اور زمین کے تمام لوگ زندہ و مردہ سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں، پھر ان میں سے ہر شخص اپنی اپنی خواہش و تمنا کے مطابق اس سے سوال کرے اور وہ ان کو ان کی تمنا اور خواہش سے بڑھ کر عطا کر دے تب بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ یہ اس کی غنا ہے کہ اس کا دستِ عطا دن رات خیر و برکات عنایت کرتا رہتا ہے، اس کا فضل و کرم تمام جانداروں پر جاری و ساری ہے۔ یہ اس کی غنا ہے کہ اس نے اپنے اکرام و تکریم والے گھر میں وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے تصور سے اس کے طائر خیال کا گزر ہوا ہے۔

﴿الْحَمِيْدُ﴾ وہ اپنی ذات میں محمود ہے اور وہ اپنے اسماء میں محمود ہے کیونکہ اس کے تمام نام اچھے ہیں۔ وہ اپنی صفات میں محمود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات، صفات کمال ہیں۔ وہ اپنے افعال میں محمود ہے کیونکہ اس کے تمام افعال عدل و احسان اور رحمت و حکمت پر مبنی ہیں۔ وہ اپنی تشریع میں محمود ہے کیونکہ وہ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں کوئی خالص یا راجح مصلحت ہو اور وہ اسی چیز سے روکتا ہے جس میں کوئی خالص یا راجح فساد ہو۔ وہ جس کے لئے ہر قسم کی ستائش ہے جس نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور ان کے بعد جو کچھ وہ چاہے، سب کو لبریز کر رکھا ہے۔ وہ ہستی کہ بندے اس کی حمد و ثنا بیان کرنے سے قاصر ہیں بلکہ وہ ویسے ہی ہے جیسے اس نے خود اپنی حمد و ثنا بیان کی ہے۔ وہ اس حمد و ثنا سے بالا و بلند تر ہے جو بندے بیان کرتے ہیں۔ وہ جسے اپنی توفیق

سے نوازتا ہے تو اپنی توفیق پر قابل تعریف ہے اور جب اس سے علیحدہ ہو کر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے تو اس پر بھی قابل تعریف ہے۔ وہ اپنی حمد وثنا میں غنی اور اپنی غنا میں قابل تعریف ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بیشک اللہ نے تابع کر دیا واسطے تمہارے جو کچھ زمین میں ہے اور کشتیوں کو جو چلتی ہیں سمندر میں ساتھ اسکے حکم کے

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ

اور وہی تھامے رکھتا ہے آسمان کو اس سے کہ گر پڑے وہ اوپر زمین کے مگر ساتھ اسی کے حکم کے بلاشبہ اللہ لوگوں پر

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِىْٓ اَحْيَاكُمْ ز ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ

البتہ نہایت شفقت کرنیوالا، بڑا مہربان ہے○ اور وہی ہے، جس نے زندہ کیا تمہیں، پھر وہ مار یگا تمہیں، پھر (دوبارہ) وہ زندہ کریگا تمہیں،

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾

بے شک انسان البتہ بڑا ناشکرا ہے○

کیا تم نے اپنی آنکھ اور دل سے اپنے رب کی بے پایاں نعمت اور بے حد احسانات کو نہیں دیکھا؟ ﴿اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے حیوانات نباتات اور جمادات کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ روئے زمین کی تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لئے مسخر کر دیا ہے' چنانچہ زمین کے تمام حیوانات کو انسان کی سواری' نقل وحمل' کام کاج' کھانے اور مختلف انواع کے استفادے کے لئے مسخر کر دیا اور اس کے تمام درختوں اور پھلوں کو بھی مسخر کر دیا تا کہ وہ ان سے خوراک حاصل کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو درخت لگانے زمین سے غلہ حاصل کرنے اور معدنیات نکالنے کی طاقت عطا کی تا کہ وہ ان سے استفادہ کرے۔

﴿وَالْفُلْكَ﴾ یعنی تمہارے لئے کشتیوں کو مسخر کر دیا ﴿تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ﴾ وہ سمندروں میں تمہیں اور تمہارے تجارتی سامان کو اٹھائے پھرتی ہیں اور تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہیں' نیز تم سمندر سے موتی نکالتے ہو جنہیں تم زیور کے طور پر پہنتے ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہے کہ ﴿وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ﴾ ''اس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے تھام رکھا ہے۔'' اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی قدرت نہ ہوتی تو آسمان زمین پر گر پڑتا اور زمین پر موجود ہر چیز کو تلف اور ہر انسان کو ہلاک کر دیتا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (فاطر: ۴۱/۳۵) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے اگر وہ دونوں ٹل (ڈول) جائیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ان کو تھامنے والا نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت حلیم اور بخش دینے والا ہے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ ان پر ان کے والدین سے اور خود ان سے زیادہ مہربان ہے'

اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھلائی چاہتا ہے اور وہ خود اپنے لیے برائی اور ضرر چاہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ان تمام اشیاء کو ان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَحۡیَاکُمۡ ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا'' اور تمہیں عدم سے وجود میں لایا ﴿ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ﴾ پھر وہ تمہیں زندہ کرنے کے بعد مارے گا ﴿ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ﴾ پھر تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ نیک کو اس کی نیکی اور بد کو اس کی بدی کا بدلہ دے۔ ﴿ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ ﴾ ''بے شک انسان۔'' یعنی جنس انسان' سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ بچالے ﴿ لَکَفُوۡرٌ ﴾ ''ناشکرا ہے'' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اور اللہ تعالیٰ کا ناسپاس ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات وہ دوبارہ اٹھائے جانے کا اور اپنے رب کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔

لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَکًا ہُمۡ نَاسِکُوۡہُ فَلَا یُنَازِعُنَّکَ فِی الۡاَمۡرِ وَادۡعُ

واسطے ہر امت کے مقرر کیا ہے ہم نے طریقہ عبادت کا' وہ بجالانے والے ہیں اسکو' پس نہ جھگڑا کریں وہ آپ سے اس معاملے میں اور آپ بلائیں

اِلٰی رَبِّکَ ؕ اِنَّکَ لَعَلٰی ہُدًی مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنۡ جٰدَلُوۡکَ فَقُلِ اللّٰہُ اَعۡلَمُ

طرف اپنے رب کی، بلاشبہ آپ البتہ اوپر راہ راست کے ہیں ○ اور اگر وہ (لوگ) جھگڑا کریں آپ سے تو آپ کہہ دیجیے! اللہ خوب جانتا ہے

بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰہُ یَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡہِ

ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو ○ اللہ ہی فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان دن قیامت کے ان باتوں میں کہ تھے تم ان میں

تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ

اختلاف کرتے ○ کیا نہیں جانتے آپ کہ بے شک اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے؟ بلاشبہ یہ (سب کچھ)

فِیۡ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ ﴿۷۰﴾

لوح محفوظ میں (درج) ہے، بے شک یہ اوپر اللہ کے آسان ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے ہر امت کے لئے ﴿ مَنۡسَکًا ﴾ ایک عبادت مقرر کی ہے جو عدل و حکمت پر متفق ہونے کے باوجود بعض امور میں مختلف ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ لِکُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ شِرۡعَۃً وَّمِنۡہَاجًا ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنۡ لِّیَبۡلُوَکُمۡ فِیۡ مَاۤ اٰتٰىکُمۡ ﴾ (المائدۃ:۴۸/۵) ''ہم نے تم میں سے ہر ایک گروہ کے لئے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے' اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس نے جو احکام تمہیں دیئے ہیں وہ ان میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔''

﴿ ہُمۡ نَاسِکُوۡہُ ﴾ یعنی وہ اس پر اپنے احوال کے مطابق عمل پیرا ہیں' اس لئے ان شریعتوں میں سے کسی شریعت پر اعتراض کی گنجائش نہیں' خاص طور پر ان پڑھوں کے لئے جو شرک اور کھلی جہالت میں مبتلا ہیں کیونکہ

جب رسول کی رسالت دلائل کے ساتھ ثابت ہوگئی تو اس پر اعتراض کو ترک کرنا ان تمام احکام کو قبول کرنا اور ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا واجب ہے جو رسول لے کر آیا ہے بناء بریں فرمایا: ﴿فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ﴾ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے اپنی فاسد عقل کی بنیاد پر آپ کے ساتھ جھگڑا کریں نہ آپ کی لائی ہوئی کتاب پر اعتراض کریں جیسے وہ اپنے فاسد قیاس کی بنا پر مردار کی حلت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''جسے تم قتل کرتے ہو اسے تو کھا لیتے ہو اور جسے اللہ تعالیٰ قتل کرتا ہے اسے نہیں کھاتے'' اور جیسے وہ سود کی حلت کے لئے کہتے ہیں: ''تجارت بھی تو سود ہی کی مانند ہے'' اور اس قسم کے دیگر اعتراضات جن کا جواب دینا لازم نہیں۔ وہ درحقیقت اصل رسالت ہی کے منکر ہیں جس میں کسی بحث اور مجادلے کی گنجائش نہیں بلکہ ہر مقام کے لئے ایک الگ دلیل اور گفتگو ہے۔

اس قسم کا اعتراض کرنے والا منکر رسالت جب یہ دعویٰ کرے کہ وہ تو صرف تلاش حق کے لئے بحث کرتا ہے تو اس سے یہ کہا جائے: ''آپ کے ساتھ صرف رسالت کے اثبات اور عدم اثبات پر گفتگو ہو سکتی ہے'' ورنہ اس کا صرف اپنی بات پر اقتصار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مقصد محض عاجز کرنا اور مشقت میں ڈالنا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کی طرف بلائیں اور اسی رویے کو اپنائے رکھیں خواہ معترضین اعتراض کریں یا نہ کریں اور یہ مناسب نہیں کہ کوئی چیز آپ کو اس دعوت سے ہٹا دے کیونکہ ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ﴾ ''یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے راستے پر ہیں'' جو معتدل اور منزل مقصود پر پہنچاتا ہے اور علم حق اور اس پر عمل کا متضمن ہے۔ آپ کو اپنی دعوت کی حقانیت پر اعتماد اور اپنے دین پر یقین ہے لہٰذا یہ اعتماد اور یقین اس امر کے موجب ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے موقف پر سختی سے جمے رہیں اور وہ کام کرتے رہیں جس کا آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف مشکوک اور کمزور نہیں یا آپ کی دعوت جھوٹ پر مبنی نہیں کہ آپ لوگوں کی خواہشات نفس اور ان کی آراء کی طرف التفات کریں اور ان کا اعتراض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کو کھوٹا کر دے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ﴾ (النمل: ٧٩/٢٧) ''اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے بے شک آپ واضح حق پر ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ﴾ میں جزئیات شرع پر معترضین کے اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ ہے جو عقل صحیح پر مبنی ہے کیونکہ ہدایت ہر اس چیز کا وصف ہے جسے رسول لے کر آئے ہیں۔ ہدایت وہ طریق کار ہے جس سے اصولی اور فروعی مسائل میں راہنمائی حاصل ہوتی ہے اور یہ وہ مسائل ہیں جن کا حسن اور جن میں پنہاں عدل و حکمت عقل صحیح اور فطرت سلیم کے نزدیک معروف ہے اور یہ چیز مامورات و منہیات

کی تفاصیل پر غور کرنے سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

بناء بریں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حالت میں ان کے ساتھ بحث کرنے سے گریز کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ”اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں، تو کہہ دیجئے، اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے مقاصد اور تمہاری نیتوں کو خوب جانتا ہے۔ وہ تمہیں قیامت کے دن ان کی جزا دے گا اور تمہارے درمیان ان سب باتوں کا فیصلہ کرے گا جن کے بارے میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ پس جو کوئی صراط مستقیم کے موافق ہو گا وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جنہیں نعمتوں سے نوازا جائے گا اور جو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہو گا وہ جہنمیوں میں شامل ہوگا۔

اس کے فیصلے کی تکمیل یہ ہے کہ یہ فیصلہ اس کے علم کی بنیاد پر ہوگا، بنابریں اللہ تعالیٰ نے احاطہ علم اور احاطہء کتاب کا ذکر فرمایا: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ اللہ تعالیٰ پر تمام معاملات کے ظاہر و باطن، جلی و خفی اور اول و آخر میں سے کچھ بھی مخفی نہیں، زمین و آسمان کی موجودات کا احاطہ کرنے والا علم اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب میں درج کر رکھا ہے...... اور وہ ہے لوح محفوظ۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا ”لکھ“ قلم نے عرض کیا ”کیا لکھوں؟ فرمایا ”قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ“[1] ﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ اگرچہ تمہارے نزدیک اس کے تصور کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا مگر اللہ تعالیٰ کے لئے تمام اشیاء کے علم کا احاطہ کرنا بہت آسان ہے اور اس کے لئے یہ بھی بہت آسان ہے کہ آئندہ واقعات کے علم کو واقعات کے مطابق ایک کتاب میں درج کر دے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ

اور وہ (مشرک) عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے اس چیز (بتوں) کی کہ نہیں نازل کی اللہ نے اسکی کوئی دلیل، اور اس چیز کی کہ نہیں ہے انکو اسکا

عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

کوئی علم اور نہیں ہے واسطے ظالموں کے کوئی مددگار ○ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ

تو پہچانتے ہیں آپ چہروں میں ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا ناگواری، قریب ہوتے ہیں وہ کہ حملہ کر دیں ان لوگوں پر جو پڑھتے ہیں

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ

ان پر ہماری آیتیں، آپ کہہ دیجئے! کیا پس خبر دوں میں تمہیں ساتھ بدتر کے اس سے بھی؟ (وہ) آگ ہے، وعدہ کیا اسکا اللہ نے

---

[1] سنن ابی داود، السنة، باب في القدر، ح: ٤٧٠٠ و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة نون و القلم، ح: ٣٣١٩

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع

ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، اور بری ہے وہ پھرنے کی جگہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کی حالت کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے ہمسر ٹھہرا رکھا ہے کہ ان کی حالت بدترین حالت ہے۔ ان افعال پر ان کے پاس کوئی سند ہے نہ ان کے پاس کوئی علم ہی ہے۔ یہ تو محض مقلد ہیں یہ سب کچھ انہوں نے اپنے گمراہ آباؤ واجداد سے حاصل کیا ہے...... اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان جو کوئی کام کرتا ہے اس کے پاس...... فی نفس الامر...... کوئی علمی دلیل نہیں ہوتی چنانچہ یہاں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں کی جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہو بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ایسی براہین قاطعہ نازل فرمائی ہیں جو اس کے فساد و بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کو، جو حق کے ساتھ عناد رکھتے ہیں، وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ''ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا'' جو ان کو اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے والے عذاب سے بچا سکے۔ کیا یہ لوگ جن کو اپنے موقف کے بطلان کا علم نہیں، یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات اور ہدایت آ جائے گی وہ اس کی اتباع کریں گے یا وہ اپنے باطل ہی پر راضی ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری واضح آیات۔'' وہ جو اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر آیات ہیں اور باطل میں سے حق کو واضح کرنے کو مستلزم ہیں...... تو یہ ان آیات کی طرف التفات کرتے ہیں نہ ان کو درخور اعتناء سمجھتے ہیں بلکہ اس کے برعکس ﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ﴾ آپ ﷺ ان کے چہروں کو، ان آیات الٰہی کے ساتھ ان کے بغض وکراہت کی بنا پر، بگڑا ہوا اور ان کو منقبض اور ترش رو دیکھتے ہیں۔ ﴿يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ یعنی ان کے شدت بغض اور حق کے ساتھ عناد اور عداوت کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ ان آیات کی تلاوت کرنے والے کو قتل کرنے یا مارنے کے لئے اس پر چڑھ دوڑیں۔ پس کفار کی یہ حالت بہت ہی بری حالت اور ان کا شر بہت ہی برا شر ہے مگر ان کی ایک حالت اس سے بھی بدتر ہے جس کی طرف یہ لوٹیں گے، اس لئے فرمایا: ﴿قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ اَلنَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''کہہ دیجیے! کیا میں تمہیں خبر دوں اس سے بھی بدتر چیز کی، وہ آگ ہے جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کیا ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔'' پس اس کا شر بہت طویل اور عریض ہے، اس کے آلام بہت شدید ہیں جو ہمیشہ بڑھتے ہی رہیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اے لوگو! بیان کی گئی ہے ایک مثال، پس کان لگاؤ تم اس کے لئے (غور سے سنو)، بے شک وہ لوگ جنہیں تم پکارتے ہو سوائے

اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ

اللہ کے، ہرگز نہیں پیدا کرسکیں گے وہ ایک مکھی بھی اگرچہ اکٹھے ہو جائیں وہ اس کے لئے اور اگر چھین لے ان سے مکھی

شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ

کچھ، تو نہیں چھڑا سکتے وہ اسکو اس سے کمزور ہے طلب کرنیوالا (عابد) اور وہ جس سے طلب کیا جاتا ہے (معبود) ○ نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی

حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

جس طرح حق ہے اس کی قدر کرنے کا، بے شک اللہ البتہ نہایت قوت والا غالب ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتوں کی عبادت کی قباحت، ان کی عبادت کرنے والوں میں عقل کی کمی اور ان سب کی کمزوری کو بیان کرنے کے لئے ایک مثال بیان کی ہے۔ فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ﴾ ''اے لوگو!'' یہ خطاب مومنین اور کفار دونوں کے لئے ہے۔ اس سے اہل ایمان کے علم وبصیرت میں اضافہ ہوتا ہے اور کفار کے خلاف حجت قائم ہوتی ہے۔ ﴿ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ﴾ یعنی اس بیان کردہ مثال کو غور سے سنو اور اس کے مطالب کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ تمہارے دلوں کو غافل اور تمہارے کانوں کو اس سے اعراض کرنے والا نہ پائے، بلکہ اپنے کانوں اور دلوں سے خوب غور سے سنو۔

وہ مثال یہ ہے۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''بے شک وہ لوگ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔'' یہ آیت کریمہ ان تمام ہستیوں کو شامل ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے۔ ﴿ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا ﴾ ''وہ مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے'' جو حقیر ترین اور خسیس ترین مخلوق ہے۔ پس وہ اس نہایت کمزور سی مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر نہیں ہیں، اس لئے بڑی مخلوق تو وہ کیا پیدا کرسکتے ہیں؟ ﴿ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ﴾ ''اگرچہ وہ سب اکٹھے کیوں نہ ہو جائیں۔'' بلکہ اس سے بھی بلیغ تر بات یہ ہے کہ ﴿ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ﴾ ''اگر مکھی ان سے کچھ چھین کرلے جائے تو وہ اس سے وہ بھی نہیں چھڑا سکتے۔'' یہ عجز اور بے بسی کی انتہاء ہے۔

﴿ ضَعُفَ الطَّالِبُ ﴾ ''کمزور ہے طالب۔'' یعنی وہ جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے ﴿ وَالْمَطْلُوْبُ ﴾ ''اور وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے۔'' یعنی مکھی، پس دونوں ہی کمزور ہیں اور ان دونوں سے بھی کمزور تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کو رب العالمین کے مقام پر فائز کر رکھا ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں ﴿ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ ''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ پہچانی جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے'' کیونکہ انہوں نے ایک ایسی ہستی کو جو ہر لحاظ سے محتاج اور عاجز ہے، اس اللہ تعالیٰ کا ہم پلہ بنا دیا جو ہر اعتبار سے بے نیاز اور طاقتور ہے۔ انہوں نے اس ہستی کو، جو خود اپنے یا کسی دوسرے کے لئے کسی نفع ونقصان کی مالک ہے نہ زندگی اور موت کا اختیار رکھتی ہے اور نہ دوبارہ زندہ اٹھانے پر قادر ہے، اس ہستی کے برابر ٹھہرا دیا جو نفع ونقصان کی مالک ہے، جو عطا کرتی ہے اور محروم کرتی

ہے' جو اقتدار کی مالک اور اپنی بادشاہی میں ہر قسم کا تصرف کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾ یعنی وہ کامل قوت اور کامل عزت کا مالک ہے اس کی قوت کاملہ اور کامل غلبے کا یہ حال ہے کہ تمام مخلوق کی پیشانیاں اس کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس کے ارادہ اور مشیت کے بغیر کوئی چیز حرکت کر سکتی ہے نہ ساکن ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے' جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا اور یہ اس کا کمال قوت ہے کہ وہ تمام مخلوق کو اول سے لے کر آخر تک' ایک چنگھاڑ کے ذریعے سے زندہ اٹھا کر کھڑا کرے گا اور یہ اس کا کمال قوت ہے کہ اس نے بڑے بڑے جابروں اور سرکش قوموں کو ایک معمولی سی چیز اور اپنے عذاب کے کوڑے سے ہلاک کر ڈالا۔

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۚ﴿۷۵﴾

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے کچھ قاصد اور لوگوں میں سے (بھی) یقیناً اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تمام امور ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا کمال اور بتوں کی کمزوری اور عجز بیان کرنے کے بعد' نیز یہ کہ وہی معبودِ برحق ہے...... انبیاء و رسل کا حال بیان کیا ہے اور ان کے وہ امتیازی فضائل بیان کئے جن کے ذریعے سے وہ دیگر مخلوق سے ممتاز ہیں' تو فرمایا: ﴿اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ﴾ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب کرتا ہے جو اپنی نوع میں بہترین فرد اور صفاتِ مجد کے سب سے زیادہ جامع اور منتخب کئے جانے کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق ہوتے ہیں۔ پس رسول علی الاطلاق مخلوق میں سے چنے ہوئے لوگ ہوتے ہیں اور جس ہستی نے ان کو رسالت کے منصب کے لئے منتخب کیا ہے وہ اشیاء کے حقائق سے لاعلم نہیں یا وہ ایسی ہستی نہیں کہ وہ کچھ چیزوں کا علم رکھتی ہو اور کچھ چیزوں سے لاعلم ہو بلکہ ان کو منتخب کرنے والی ہستی' سمیع و بصیر ہے جس کے علم اور سمع و بصر نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے' اس لئے اس نے اپنے علم ہی کی بنیاد پر ان لوگوں کو اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا ہے۔ وہ اس منصب کے اہل ہیں اور وحی کی ذمہ داری سونپے جانے کے لئے یہ صحیح لوگ ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (الانعام: ٦/ ١٢٤) ''اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ رسالت کسے عنایت فرمائے۔'' ﴿وَ اِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہے وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں' کچھ لوگ ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور کچھ لوگ ان کی دعوت کو رد کر دیتے ہیں' کچھ لوگ ان کی لائی ہوئی وحی پر عمل کرتے ہیں اور کچھ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ پس یہ تو ہے رسولوں کی ذمہ داری اور ان کا وظیفہ۔ اور رہی ان

اعمال کی جزا وسزا تو یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ پس وہ اس جزاء وسزا میں فضل وکرم کا اہتمام بھی کرے گا اور عدل وانصاف کا بھی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو، اور سجدہ کرو اور عبادت کرو اپنے رب کی، اور کرو بھلائی (کے کام)
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۩ ﴿٧٧﴾ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا
تاکہ تم فلاح پاؤ○ اور جہاد کرو تم اللہ کی راہ میں جیسا کہ حق ہے اس کے جہاد کرنے کا اسی نے پسند کیا تمہیں اور نہیں
جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ
رکھی اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی (مانند) دین تمہارے باپ ابراہیم کے اسی نے نام رکھا تمہارا
الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ
مسلمان اس (قرآن) سے پہلے اور اس (قرآن) میں بھی، تاکہ ہوں رسول اللہ (ﷺ) گواہ تم پر،
وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا
اور تم ہو گواہ اوپر لوگوں کے، پس قائم کرو تم نماز اور ادا کرو زکوۃ، اور مضبوطی سے پکڑو تم
بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٧٨﴾ ع
اللہ کو، وہی کارساز ہے تمہارا، پس بہترین کارساز ہے وہ، اور بہترین مددگار ہے وہ○

السجدة عند الامام الشافعي رحمه الله تعالى

ع ١٠/١٠

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو نماز کا حکم دیتا ہے اور اس نے رکوع وسجود کا' ان کی فضیلت اور ان کے رکنِ نماز ہونے کی بنا پر خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ نماز اس کی عبادت ہے جو آنکھوں کی ٹھنڈک اور غمزدہ دل کے لئے تسلی ہے۔ اس کی ربوبیت اور بندوں پر اس کا احسان ان سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ عبادت کو اس کے لئے خالص کریں۔ نیز اللہ تعالیٰ عمومی طور پر ان کو بھلائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فلاح کو انہی امور سے وابستہ کیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ یعنی تم اپنے مطلوب ومرغوب کے حصول اور ناپسندیدہ اور خوفناک امور سے نجات پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص اور اس کے بندوں کو نفع پہنچانے کی کوشش کے سوا' فلاح کے حصول کا کوئی راستہ نہیں۔ جسے اس راستے کی توفیق حاصل ہو گئی اسی کے لئے کامیابی' سعادت اور فلاح ہے۔

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ ''اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا حق ہے۔'' مقصود ومطلوب کے حصول میں پوری کوشش کرنا جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد' جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے...... یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو پوری طرح نافذ کیا جائے' مخلوق کو ہر طریقے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی

طرف دعوت دی جائے۔ خیر خواہی سے، تعلیم، قتال اور تادیب سے، زجر و توبیخ یا وعظ و نصیحت کے ذریعے سے اس مقصد کے لیے جس طریقے اور ذریعے کی بھی ضرورت ہو، اسے اختیار کیا جائے۔ ﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ﴾ یعنی اے مسلمانوں کے گروہ! اس نے تمہیں لوگوں سے چن لیا ہے اور تمہارے لئے دین کو منتخب کر کے اسے تمہارے لئے پسند کرلیا ہے، تمہارے لئے افضل ترین کتاب اور افضل ترین رسول ﷺ کو منتخب کیا، اس لئے جہاد کو اچھی طرح قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نوازش کا بدلہ دو۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ سے بسا اوقات کسی متوہم کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ ایسا حکم ہے جس کی تعمیل طاقت سے باہر ہے یا جس کی تعمیل میں سخت مشقت ہے، اس لئے اس وہم سے احتراز کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''اور نہیں کی اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی۔'' یعنی مشقت اور تنگی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے دین کو انتہائی آسان اور سہل بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف انہی امور کا حکم دیا ہے، جس کو بجالانا نفوس انسانی کے لئے نہایت سہل ہے جوان کے لئے گراں بار ہیں نہ تھکا دینے والے ہیں۔ پھر بھی اگر کوئی ایسا سبب پیش آجائے جو تخفیف کا موجب ہو تو اللہ تعالیٰ اس حکم کو ساقط کر کے یا اس میں کمی کر کے اس میں تخفیف کر دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے ایک شرعی قاعدہ اخذ کیا جاتا ہے اور وہ ہے (اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيْرَ) ''مشقت اپنے ساتھ آسانی لے کر آتی ہے'' (اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ) ''ضرورت ممنوع چیز کو مباح کر دیتی ہے۔'' بہت سے فروعی احکام اس قاعدہ کے تحت آتے ہیں جن کا ذکر احکام کی کتابوں میں معروف ہے۔

﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ﴾ یعنی مذکورہ دین اور احکام تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہیں جن پر وہ ہمیشہ عمل پیرا رہے، اس لئے تم بھی ان کا التزام کرو اور ان پر عمل پیرا رہو۔ ﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ﴾ یعنی اس نے کتب سابقہ میں تمہارا نام ''مسلم'' رکھا ہے اور اسی نام سے تم مذکور و مشہور ہو یعنی ابراہیم علیہ السلام ہی نے تمہارا نام ''مسلم'' رکھا ہے۔ ﴿وَفِيْ هٰذَا﴾ اور اس کتاب اور اس شریعت میں بھی تمہارا نام ''مسلم'' ہی ہے یعنی قدیم اور جدید زمانے میں تمہیں ''مسلم'' کے نام ہی سے پکارا جاتا رہا ہے۔ ﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ﴾ تاکہ رسول تمہارے اچھے اور برے اعمال کی گواہی دیں۔ ﴿وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ تم انبیاء و رسل کے حق میں ان کی امتوں کے خلاف گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو کچھ نازل فرمایا تھا انہوں نے اپنی امتوں کو پہنچا دیا تھا کیونکہ تم بہترین، معتدل، بھلائی کے راستے پر گامزن اور امت وسط ہو۔

﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ نماز کو اس کے تمام ارکان، تمام شرائط و حدود اور اس کے تمام لوازم کے ساتھ قائم کرو۔ ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن نعمتوں سے نوازا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے زکوۃ

مفروضہ ادا کرو۔ ﴿ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤ اور اس بارے میں صرف اسی پر بھروسہ کرو اور اپنی قوت و اختیار پر اعتماد نہ کرو۔ ﴿ ہُوَ مَوۡلٰىکُمۡ ﴾ ''وہی تمہارا مولیٰ ہے'' جو تمہارے تمام امور کی دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ پس وہ بہترین طریقے سے تمہاری تدبیر اور بہترین انداز سے تم میں تصرف کرتا ہے۔ ﴿ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَ نِعۡمَ النَّصِیۡرُ ﴾ ''پس کیا اچھا مولیٰ اور کیا اچھا مددگار ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ جس کی سرپرستی کرتا ہے تو وہ بہترین سرپرست ہے۔ پس اس سے اس کا مطلوب و مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور جو کوئی اپنی مصیبت دور کرنے کے لئے اس سے مدد مانگتا ہے تو وہ بہترین مددگار ہے' اس سے اس مصیبت کو وہ دور کر دیتا ہے۔